نمبر ۴۵ | مورخہ ۱۶ رمضان شریف ۱۳۲۰ھ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۲ء روز چارشنبہ | جلد ۶

کلمات طیبات

حضرت امام آخر الزمان علیہ الرحمن

حضرت اقدسؑ کی ایک تقریر جو ۹ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء بوقت سیر آپ نے فرمائی

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو ایک حالت میں رکھ سکتا تھا مگر بعض مصالح اور امور ایسے ہوتے ہیں کہ اسپر بعض عجیب و غریب اوقات اور حالتیں آتی رہتی ہیں۔ انہیں سے ایک ہم و غم کی بھی حالت ہے۔ ان اختلاف حالات اور تغییر و تبدیل اوقات سے اللہ تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتیں اور اسرار ظاہر ہوتے ہیں کیا اچھا کہا ہے

اگر دنیا بیک دستور ماندے
بسا اسرار ہا مستور ماندے

جن لوگوں کو کوئی ہم و غم دنیا میں نہیں پہونچتا اور جو بجائے خود اپنے آپ کو بڑے ہی خوش قسمت اور خوشحال سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے اسرار اور حقائق سے ناواقف اور ناآشنا رہتے ہیں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ مدرسوں میں سلسلہ تعلیم کے ساتھ یہ بھی لازمی رکھا گیا ہے کہ ایک خاص وقت تک لڑکے ورزش بھی کریں۔ اس ورزش اور قواعد وغیرہ سے جو سکھائی جاتی ہے سررشتہ تعلیم کے افسروں کا یہ منشا تو ہو نہیں سکتا کہ انکو کسی لڑائی کے لیے طیار کیا جاتا ہے اور نہ یہ سکتا ہے کہ وہ وقت ضائع کیا جاتا ہے اور لڑکوں کا وقت کھیل کود میں دیا جاتا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اعضا جو حرکت کو چاہتے ہیں اگر انکو بالکل بیکار چھوڑ دیا جائے تو پھر ان کی طاقتیں زائل اور ضائع ہو جاویں اور اسطرح پر اسکو پورا کیا جاتا ہے بظاہر ورزش کرنے سے اعضا کو تکلیف اور کسی قدر تکان ان کی پرورش اور صحت کا موجب ثابت ہوتی ہے اسیطرح پر ہماری فطرۃ کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ تکلیف کو بھی چاہتی ہے تاکہ تکمیل ہو جاوے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہی ہوتا ہے جو وہ انسان کو بعض اوقات ابتلاؤں میں ڈالدیتا ہے اس سے اس کی رضا بالقضا اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں جس شخص کو خدا پر یقین نہیں ہوتا انکی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ ذراسی تکلیف کے پہونچنے پر گھبرا جاتے ہیں اور وہ خودکشی میں آرام دیکھتا ہے۔ مگر انسان کی تکمیل اور تربیت چاہتی ہے کہ اسپر اس قسم کی ابتلا آویں۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ پر اسکا یقین بڑھے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن جنکو تغیر اور ابتلا نہیں آتا۔ انکا حال دیکھو کیسا ہوتا ہے وہ بالکل دنیا اور اسکی خواہشوں میں منہمک ہو گئے ہیں انکا سر اوپر کیطرف نہیں اٹھتا۔ خدا تعالیٰ کا انکو بھول کر بھی خیال نہیں آتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اعلیٰ درجہ کی قوتوں کو ضائع کر دیا اور بجائے اسکے ادنیٰ درجہ کی باتیں حاصل کیں کیونکہ ایمان اور عرفان کی ترقی ان کے لیے وہ راحت اور اطمینان کے سامان پیدا کرتے جو کسی مال و دولت اور دنیا کی لذت میں نہیں ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ ایک بچہ کیطرح آگ کے انگارہ پر خوش ہو جاتے ہیں اور اسکی سوزش اور نقصان رسانی سے آگاہ نہیں۔

حجت پوری ہو گئی اب فرمایئے کہ جاہل
اور علوم و فنون سے نابلد بلکہ اردو زبان
سے بھی بے خبر اب بھی آپ ہوئے
یا نہیں باقی آپ کی لغویات کا جواب
ہم نہیں دے سکتے ہیں ہاں اعجازی
قصیدہ کے اشعار پر جو آپ نے اپنی
لیاقت علمی کی پردہ دری کی ہے اُنکو
پیش کش ناظرین کرتے ہیں۔

قول شحنا ؎ یعنی اگر تجھے شک ہے
تو موضع مُد کے گنواروں سے پوچھ
لے درحقیقت دہقانوں کی خبر اور
شہادت بہت معتبر ہوگی جیسے
جیسی روح ویسے فرشتے۔ والحقیقۃ
اظہر ہر طرح سے مہمل ہے اگر اظہر صیغہ
افعل التفضیل ہے تو مبتدا اور خبر کا تذکیر
وتانیث میں مطابق ہونا چاہیے
حالانکہ حقیقت مؤنث اور اظہر مذکر
ہے اور اگر اظہر باب افعال سے متکلم
کا صیغہ ہے تو مصرع اولے میں شک کا
ہونا اور سوال کرنا بے معنے ہے آپ نے
غالباً معنے اول مراد لیے ہیں جو قاعدہ
نحو کے خلاف ہیں پس اظہر کی جگہ تُظہر
بصیغہ مجہول چاہیے یعنی حقیقت خود
ظاہر ہو جاتی ہے۔

قول احسن ؎ مرد جاہل در سخن
باشد دلیر + زانکہ آگہ نیست او بالا و زیر
معترض نے معنی دہقان کے جنگلی جاہل
یا گنوار وحشی کے سمجھے ہیں مجدد
السنہ مشرقیہ جو ہوئے۔ اعلحضرت
دہاقین: جمع دہقان کی ہے اور
معنے دہقان کے کتب لغات میں لکھے
ہیں **الدھقان بالکسر والضم
القوی علی التصرف مع حدۃ
والتاجر و زعیم فلاحی العجم
و رئیس الاقلیم** پس معنی دہقان
کے حسب کتب لغات عرب وہ لوگ
ہوئے جو رئیس قریہ اور دانشمند اور
سمجھ والے ہیں چنانچہ چند صاحب اس
قریہ میں ویسے بھی ہیں۔ اور آپ کا ارادہ
جو **والحقیقۃ اظہر** ہے اس سے
کل حقیقت آپ کی مجددیت السنہ مشرقیہ
کی ہر ایک منصف پر اظہر من الشمس ہو گئی

مگر ہر جگہ ہم کتب نحو کی عبارات لکھکر آپ کو
تعلیم نہیں کر سکتے آپ کسی مدرسہ میں تعلیم
پایئے مگر بڈھے طوطے کو کون پڑھاوے گا
اور اگر پڑھایا بھی تو کیا حاصل ؎

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

لیکن یہاں پر قرآن مجید سے چند شواہد
جو افعل التفضیل کے تذکیر و تانیث کے بارہ
میں ہیں ہم پیش کیے دیتے ہیں مگر افسوس کہ آپ
نے جیفہ دنیا کو آخرت پر ایسا اختیار کر لیا
ہے کہ امر حق کا قبول کرنا آپ کو سخت مشکل
اور دشوار ہوگا **بل تؤثرون الحیوۃ
الدنیا والاخرۃ خیر و ابقی** کیوں
حضرت یہاں پر الاخرۃ تو مؤنث ہے اور
ابقی صیغہ افعل التفضیل کا مذکر ہے یا نہیں
ایضاً **قال اللہ تعالے وجادلھم
بالتی ھی احسن** اے ناظرین اس آیت
میں التی اور ھی مونث ہے اور احسن افعل
التفضیل مذکر ہے یا نہیں اب بھی آپ
قول احسن کو تسلیم کریں گے یا نہیں خیر اب بھی
سمجھ جاؤ کہ موت در پیش ہے اور قیامت
میں وعدہ جزا سزا کا پورا ہونیوالا ہے قال
**اللہ تعالے بل الساعۃ موعدھم
والساعۃ ادھی و امر** کیوں حضرت
یہاں پر بھی لفظ ساعۃ مؤنث ہے اور ادھی
و امر صیغہ افعل التفضیل کا مذکر ہے یا
نہیں مگر آپ نے تو اپنے گروہ گمراہ کی رعایت
کرنی اپنے اوپر فرض و واجب کر لی ہے
آپ حق کو کب قبول کر سکتے ہیں **تتخذون
ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امۃ
ھی اربی من امۃ** کیوں حضرت یہاں پر
لفظ اُمّت اور ضمیر ھی مؤنث ہے اور لفظ
اربی صیغہ افعل التفضیل کا مذکر ہے یا
نہیں غرضکہ کہاں تک میں شواہد کلام
اعجازی حضرت اقدس کے پیش کروں اگر
تقویٰ اور ایمان ہے تو یہ آیات بینہ بھی
کافی ہیں ورنہ **سواء علیھم ءانذرتھم
ام لم تنذرھم لا یؤمنون** بھی
قرآن مجید میں آپ جیسے لوگوں کے لیے
موجود ہے۔

قول شحنا ص ۳۲ سطر ۲ معلوم نہیں یہ مصرعہ
کس ذات شریف نے کیا ہے۔ احضروا
صیغہ امر کا ترجمہ (حاضر ہو گئے) نہیں
ہے بلکہ حاضر ہو ہے پھر کیا تا اور چیز ہے
اور غلق اور چیز۔ دونوں میں سے ایک
حشو ہے۔ یوں کہیے ؎ **و نودی
بین الناس فی الجمع احضروا۔**
یعنی لوگوں میں منادی کی گئی کہ بحث
کی جماعت میں حاضر ہو۔ اور اگر احضروا
صیغہ ماضی مجہول ہے تو علاوہ اس
کے کہ روی غلط ہوگی جب تک حسب
قاعدہ تاویل مصدر میں نہ ہو جاوے
نودی کا مفعول مالم یسم فاعلہ نہیں
بن سکتا۔ پس یوں چاہیے ؎ و نودی
بین الساکنین ان احضروا
اس صورت میں امر معروف کے معنے بھی
صحیح ہو سکتے ہیں۔

قول احسن چونکہ شحنا صاحب مدعی
شاعریت کو بھی ہیں لہذا بموجب خود اپنے
فتوی کے پورے مصداق ہیں آیت
الم تر انھم فی کل واد یھیمون
کے کبھی ماضی مجہول کے صیغہ کو صیغہ
امر کا قرار دے رہے ہیں کبھی فرماتے
ہیں کہ یہ مصرع یعنی **و نودی بین
الناس والخلق احضروا** اسطرح
ہونا چاہیے **و نودی بین الناس
فی الجمع احضروا** کبھی کہتے ہیں یہ
بھی نہیں بلکہ یوں ہونا چاہیے **و
نودی بین الساکنین ان احضروا**
افسوس کہ مطلب اور مراد متکلم بلیغ سے
بعد المشرقین اختیار کر کے کیسے سرگشتہ
اور حیران ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں
اعلحضرت آپ کی الفاظ ناقصہ مراد متکلم
بلیغ کو ہرگز ادا نہیں کر سکتے کیونکہ
مافی الضمیر متکلم بلیغ کا یہ نہیں ہے
جو آپ نے اپنی جہالت سے سمجھا ہوا
ہے یعنی یہ کہ مذکورے ساکنین کو بیک وقت
سے حکم حاضر ہونے کا صادر ہوا تھا
بلکہ مطلب اور مراد صرف یہ ہے کہ وہاں
کے لوگوں میں اس مناظرہ کی شہرت
ہو گئی اور پھر وہاں کی خلقت مقام
مناظرہ میں حاضر ہو گئی اور یہ مطلب
انھیں الفاظ منظومہ سے حاصل ہوتا
ہے جو مصرعہ محررہ میں [illegible] تمہ

کے منسلک کیے گئے ہیں یعنی ونودی بین الناس و الخلق احضروا

اور اسپر مزید یہ ہے کہ سخنا صاحب لفظ الخلق کو ناس پر معطوف سمجھے ہے ہیں اور اس سمجھ پر یہ امر متفرع کرتے ہیں کہ لفظ الخلق کا حشو ہے۔ بحضرت لفظ الخلق حشو نہیں ہے بلکہ مبتدا ہے اور احضروا بصیغہ ماضی مجہول اسکی خبر واقع ہوئی ہے۔ پھر لفظ ودی کو غلط قرار دیکر احضروا کو نودی ماضی مجہول کا مفعول مالم یسم فاعلہ سمجھ لیا ہے ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

الحضرت یہاں پر نودی فعل کا اسناد ظرف کیطرف واقع ہوئی ہے جو بین الناس ہے کیونکہ فعل کی اسناد ظرف کی طرف بھی مجازاً واقع ہو جاتی ہے کما قال اللہ تعالے لقد تقطع بینکم وضل عنکم ما کنتم تزعمون ایضاً قال تعالے و لما سقط فی ایدیھم۔ مفسرین نے کہا ہے علے ہذا القیاس یہاں پر بھی علی منہاج بلاغت و فصاحت قرآن مجید کے نودی فعل مجہول بین الناس کیطرف مسند کیا گیا ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے و نودی کون ھذہ المناظرۃ بین الناس مطلب یہ ہوا کہ اس مناظرہ کے واقع ہونے کی شہرت وہاں کے لوگوں میں ہوگئی اور اس شہرت پر خلقت وہانکی حاضر ہوگئی۔ اور ودی کا غلط کہنا آپ کے دعوی مجددیت السنہ مشرقیہ کا مقتضا ہے اگر آپ نے کتاب سیبویہ کا باب ما یحتمل الشعر بھی مطالعہ کیا ہوتا تو اس نکتہ چینی سے آپکو بڑی شرم آتی اُس کے حواشی پر بھی لکھا ہوا ہے وضرورۃ الشعر علی سبعۃ اوجہ وھی الزیادۃ والنقصان والحذف والتقدیم والتاخیر والابدال وتغییر وجہ من الاعراب الی وجہ اخر علی طریق التشبیہ وتانیث المذکر وتذکیر المؤنث الخ

اور اختلاف حرکات ردی کا تو اشعار عربیہ میں کوئی عیب ہی نہیں شمار کیا جاتا بلکہ فارسی میں بھی اکابر شعرا کی کلام میں واقع ہے ؎

عاشق صنع خدا کافر بود
عاشق مصنوع او کافر بود

اس مقام پر چونکہ ہمکو عوام کی ہدایت منظور ہے لہذا عربی اشعار کو جو کتاب سیبویہ میں لکھے ہیں اس شہادت کے لیے ترک کیا گیا۔

قول سخنا صفحہ ۳ سطر ۳ پر غلطی کھائی الخ
قول احسن اجی حضرت اگر شرح جامی آپ نے نہیں پڑھی تھی تو ہدایت النحو ہی ہم سے پڑھ کر دعوی مجددیت السنہ مشرقیہ کا کیا ہوتا کیونکہ جب آپکو فعل کی تذکیر و تانیث کا مسئلہ بھی نہیں معلوم تو آپ کا یہ دعوی کون قبول کریگا بہر حال اب بھی تادب کے ساتھ ہمارے شاگرد بنجایئے مگر اول ہدایت النحو پڑھ لیجیے اور خوب یاد کر لیجیے وان کان الفاعل مونثاً حقیقیاً وھو ما باذائہ ذکر من الحیوان انث الفعل ابدا الی قولہ وان فصلت فلک الخیار فی التذکیر و التانیث الی قولہ وکذالک فی المونث الغیر الحقیقی نحو طلعت الشمس وان شئت قلت طلع الشمس اگر اب بھی آپ نہ سمجھیں اور کہیں کہ یہ تو بیان فاعل کا ہے نہ مفعول مالم یسم فاعلہ کا اور سکینۃ مفعول مالم یسم فاعلہ ہی انزل فعل مجہول کا تو گذارش یہ ہے کہ میں مجھے طوطے کو کہا تک پڑھاؤں۔ الحضرت مفعول مالم یسم فاعلہ کا حکم بھی بعینہ وہی ہے جو فاعل کا حکم ہے پڑھو ہدایت النحو کی یہ عبارت و حکمہ فی توحید فعلہ وتثنیتہ وجمعہ وتذکیرہ وتانیثہ علی قیاس ما عرفت فی الفاعل اب یہ تو فرمایئے کہ لفظ سکینہ کیا آپکے نزدیک مؤنث حقیقی ہے اگر ایسا کہو تو پھر بھی بڑی دقت آپکو یہ واقع ہوگی کہ اس صورت میں بھی چونکہ فصل

سو جو ہو ہوا تذکیر و تانیث ہمیں دونوں جائز ہیں اور اگر لفظ سکینہ آپکے نزدیک مؤنث غیر حقیقی ہے تو ایسی فاش غلطی جو یہاں آپ نے کھائی ہے اُسکا ہم کیا علاج کر سکتے ہیں بجز اس کے کہ چند مخول علما جماعت احمدیہ کے اس کو دکھاتے جاتے ہیں آپکو بشارات دیکر ٹھنڈا کر دیویں، تاکہ آپ کے دعوے مجددیت السنہ مشرقیہ کا دفتر ہی گاؤ خورد ہو جاوے۔

قول سخنا صفحہ ایضاً حذرہ مصرعہ ثانیہ کی تقطیع تو کیجیے عزیب کی دم گری جاتی ہے لاحول ولا قوۃ کتنی لغویت ہے یہ دس ہزار روپیہ کا انعامی قصیدہ ہے۔ ہم محاورات کی اصلاح کریں یا تقطیع کی چولیں ٹھیک بٹھائیں

قول احسن ہاں حضرت پہلے آپ اپنی دم کی خیر منایئے آپ کے دعوے مجددیت السنہ مشرقیہ کی دم جڑ سے اکھڑ کر گر گئی لہذا آپ کا دعوی بالکل ٹنڈا ہو گیا زرہ بحر طویل کی بحث کتب عروض میں ملاحظہ تو فرمایئے اور جو زحافات شتر وغیرہ کے اُس میں واقع ہوتے ہیں انکو ہم سے پڑھ لیجیے تاکہ اس دم گری ہوئی میں مندمل ہو کر اور ٹانکے دیکر چپکا دیویں۔ اب تو الحضرت خبردار ہو جاؤ اور جب تک آپ کے اس دعوی کی دم درست نہ ہو جاوے تب تک ہی سید ان رجال مخول احمدیہ میں آپ رونق افروز نہ ہوویں ہاں آپ فعل مخنث الضرور ہیں اپنے مولانا فاضل سے جن کو ابحاث اور مسائل صرفیہ نحویہ میں ان کو مشق حاصل ہے اُن سے تعلیم پائیے کہ آپ مجاز ہیں فقط اور رہا تی جو آپ نے لغویت مانگی ہے اُسکا جواب اور بقیہ اخبار کی فضولیات کا جواب ہم نے اسواسطے ترک کیا ہے کہ جہلا نے اعتراض کرنے کا قرآن کریم میں بھی طلب اور نیز ایسی باتوں کا جواب بار بار ہو چکا ہے + ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء

آپکا خیر خواہ قدیم محمد احسن امروہی

ایک سائل کا سوال

اور

حضرۃ فاضل امروہی کیطرف سے

جواب

سوال

اگر حضرۃ مرزا صاحب کی کتابیں بلحاظ فصاحت اور بلاغت کے عربی زبان میں حد اعجاز کو پہونچی ہوئی ہیں جن کے ساتھ تحدی بھی کی ہے اور قرآن مجید بھی یہی تحدی فرماتا ہے کما قال اللہ تعالے قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا پس اگر ان دونوں تحدیوں میں کچھ فرق نہیں ہے تو مرزا صاحب کا کلام مثل قرآن مجید کے ہوگیا جو لا یاتون بمثلہ میں داخل ہے اور اگر مرزا صاحب کا کلام قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے درجہ سے جو حد اعجاز کو پہونچی ہوئی ہے گرا ہوا ہے تو پھر کلام مرزا صاحب کا اعجاز نہ ہوا فکلا الشقین باطلان۔

الجواب

اس کا جواب خود قرآن مجید میں مذکور ہے قال اللہ تعالی قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔ اس آیت سے بخوبی ثابت ہے کہ کلمات الٰہیہ غیر متناہی ہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ کلمات ربی جو غیر متناہی ہیں وہ کیا ہیں کیونکہ قرآن مجید جو ما فی الدفتین ہے وہ تو متناہی ہے لہذا وہ کلمات رب یا تو حقائق اور معارف قرآنیہ ہیں جن کی نسبت لا تنقضی عجائبہ بھی وارد ہے اور یہ حقائق و معارف قرآنیہ سوائے مطہرین و مقربین و ماموریں کے غیر مطہرین کیلیے مرحمت نہیں ہوتے کما قال اللہ تعالیٰ لا یمسہ الا المطہرون۔ اور ان مطہرین کیلیے جس قدر مکاشف ہوتے ہیں چونکہ وہ سب کے سب غیر مطہرین ہونے میں کیجائی قدرت کو یہ معارف قرآنیہ و حقائق فرقانیہ باہر رہتے ہیں اور وہ ان کا مقابلہ میں عاجز ہو جاتے ہیں بوجہ جانیں کہ رنگ اعجاز پیدا ہو جاتا ہے جنکا مقابلہ کذبین غیر مطہرین نہیں کر سکتے لا یمسہ الا المطہرون ہاں بحق فی میں اس خاتم الخلفا کے بہی کلمات رب باعتبار فصاحت و بلاغت کے بھی رنگ اعجاز میں و بطرز تجدید معجزہ بلاغت و فصاحت قرآنی کے منجانب اللہ رنگین کیے گئے ہیں اور تمام امت میں سے یہ حصہ بلاغت و فصاحت ظل قرآنی کا اسی مسیح موعود کے لیے جسکو نبی اللہ اور بروزی اسم احمد اسمی فرمایا گیا ہے اور بروزی طور پر محمد ہے کما الہمہ ربہ جری اللہ فی حلل الانبیاء مقرر و مقدر ہو چکا تھا کما قال عز و آخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم پس اعجاز المسیح و دیگر کتب متحدیانہ حضرۃ اقدس کی باعتبار فصاحت اور بلاغت کے بھی اعجاز ہوئیں اور بلحاظ معارف و حقائق قرآنیہ کے جو منجانب اللہ ہیں اور کلمات ربی ہیں بھی معجزہ ہوگئیں اور نیز مراد کلمات ربی سے وہ الہامات و مکالمات الٰہیہ متضمن پیشین گوئیوں وغیرہا کو ہیں جو مقربین و مطہرین کو واسطے تائید اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے ہمیشہ الہام ہوا کرتے ہیں انکا مقابلہ بھی غیر مطہرین و غیر مرسلین ہرگز نہیں کر سکتے کما قال اللہ تعالے فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا۔ پس تمام آخر میں جو تمام علوم و فنون ارضیہ انتہا درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں اس خاتم الخلفا کو تمام امت سے زیادہ تر ان الہامات اور مکالمات الٰہیہ سے مشرف فرمایا گیا اور ان الہامات و مکالمات کو بصیغ اعجاز بصنع کیا گیا جو فصاحت اور بلاغت کا انتہا درجہ ہے دیکھو براہین احمدیہ وغیرہ کو جسکی صدہا الہامات فصیحہ پورے ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں اور آئندہ کو ہوتے رہیں گے والحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ بہر دو حال یہ کتب حضرۃ اقدس کی جو مخزن ہیں واسطے اثبات حقیت کتاب اللہ و نبوۃ محمدیہ کے منجملہ انھیں کلمات رب کے ہیں جنکی نسبت فرمایا گیا ہے ما نفدت کلمات اللہ اور ہرگاہ کہ یہ کتب متحدیانہ کلمات رب ہوگئے تو پھر ان کا اعجاز عین اعجاز قرآن مجید ہو گیا اور آیت قل لئن اجتمعت الجن الآیہ میں مراد یاتون بمثلہ سے وہ کلام ہے جو غیر کلمات رب کے ہو وے یعنی جو قرآن مجید کے مخالف ہو نہ وہ تفسیر و تاویل جس میں حقائق و معارف قرآنی من جانب اللہ ہوں کیونکہ ان کی نسبت تو اللہ تعالے خود فرماتا ہو لا یمسہ الا المطہرون جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مطہرون کے سوا ان معارف کو کوئی مخالف مس تک نہیں کر سکتا فثبت الاعجاز بکلا الشقین اور یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے تئیں افصح العرب فرمایا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مبین قرآن ہیں اور بصورت ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افصح العرب ظاہر ہے کہ کوئی مخالف دین اسلام کا آپ کے کلام کا مقابلہ بھی فصاحت اور بلاغت میں نہیں کر سکتا ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب نہ رہیں گے حالانکہ اگر آیت پیش کردہ معترض کے وہ معنے لیے جاویں جو معترض کے خیال میں ہیں تو چونکہ آنحضرۃ بھی الانس میں داخل ہیں تو لازم آتا ہے کہ آپ افصح العرب نہ رہیں واللازم باطل فالملزوم مثلہ پس جبطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب ہیں بروزِ محمدی کا بھی افصح العرب ہونا ضروری ہوا جو واقع ہے الحاصل اختلاف مدارج بلاغت۔ کلام الٰہی اور کلام حضرت مسیح موعود میں بالضرور ہے لیکن حد اعجاز کو دونوں پہنچے ہوئے ہیں قد جعل اللہ لکل شیء قدرا۔

ضروری اطلاعیں

۱- اس ہفتہ کی ڈائری چونکہ بہت ہی ... ۱۵ دسمبر کی ہوئی دوسری ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو مفصل حالات پھر ان شاء اللہ تعالے ...

سورۃ جمعہ پر حکیم الامت کا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

یہ یقین رکھو کہ جب تک خدا تعالیٰ کے فضل کے جذب کرنے کے لئے اضطراب اور سچا اضطراب نہ ہو کچھ نہیں بنتا۔ مسیح کی موت معمولی بات نہیں یہ وہ موت ہے جو عیسوی دین کی موت کا باعث ہے۔

اس قوم کو اگر کوئی محبت سکتا ہے تو اس کیلئے یہی ایک گُر ہے اب غور کر کے دیکھ لو کہ اس کے لئے اس نے کس قدر دعائیں کی ہونگی دل میں کس قدر جوش اُٹھتے ہوں گے ہم تو انکو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ ایک آدمی مر گیا بس مر گیا بات کیا ہے مرا ہی کرتے ہیں مگر نہیں اس کے حل سے سب کچھ حل ہے۔ یہ فہم جو اسے دیا گیا ہے یہ فہم مامور من اللہ کے سوا دوسرے کو نہیں ملتا یہ اضطراب اور جوش دوسرے کا حصہ نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی دعویٰ کرے تو خیال باطل اور وہم محال ہے۔

پھر اختلاف اندرونی اور بیرونی پر نظر کرو کہ کیا حالت ہو رہی ہے ایک کہتا ہے بائبل میں یہ ہے دوسرا کہتا ہے قرآن میں یہ ہے۔ حضرت صاحب مثال دیا کرتے ہیں کہ انہوں نے مداری کے تھیلے کی سی بات کر رکھی ہے۔ جیسے وہ جو چاہتا ہے اس میں سے نکالتا ہے ویسے ہی یہ بھی جو روایت اپنے مطلب کی چاہتے ہیں نکال کر پیش کر دیتے ہیں اور یہ اختلاف اس شدت سے پھیلا ہوا ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی آسان نہیں۔ صداقت اسطرح چھپ جاتی ہے جب تک مامور من اللہ خدا تعالیٰ سے لطیف فہم لیکر نہیں آتا صداقت بیج کیطرح رہتی ہے۔ جیسے جب بارش آسمان سے آتی ہے تو خواہ ساری دنیا زور لگائے کہ بیج نشو و نما نہ پائے وہ اُگنے سے نہیں رہتا اسی طرح جب مامور من اللہ آتا ہے تو خواہ کوئی کچھ ہی کرے وہ صداقت کو ضرور نکال لیتا ہے۔ اس کی پہچان یہی ہوتی ہے کہ جو کام وہ کرتا ہے عقل صحیح اور نقل صریح اور تائیدات سماوی اسکی تصدیق کرتے ہیں۔

اسوقت آزادی کی راہیں کھلی ہوئی ہیں اسلام پر وہ اعتراض کئے جاتے ہیں کہ پہلے کسی نے کبھی سُنے بھی نہ تھے جیسے بعض لوگوں سے سُنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ پہلے بھی اعتراض کرتے تھے میں کہتا ہوں یہ بالکل غلط اور جھوٹ بات ہے پہلے کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا۔ اسلامی سلطنت کی سطوت و جبروت کے مقابلہ میں کون اعتراض کر سکتا تھا۔ یہ سب کچھ اسی صدی کا کرشمہ ہے اور اسی انڈیا میں اسکو ترقی ہے۔ جو چاہے کوئی کہدے اخبارات و رسالجات میں زور و شور سے مخالفت کیجاتی اور اعتراض کئے جاتے ہیں کوئی نہیں روکتا۔

فسق و فجور نے یہانتک ترقی کی ہے کہ شراب جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماع الاثم کہا ہے اسی پر قیاس کر لو کہ کیا حالت ہے لنڈن ایک شہر میں اسکی یہ حالت ہے کہ صرف شراب فروشونکی دوکانوں کو الگ ایک لائن میں رکھا جاوے تو پچہتر میل سے زیادہ تک جاتی ہیں۔ اور کل کارخانے اتوار کو بند رہیں مگر شراب کی دوکانیں اتوار کو بھی کھلنی ضروری ہیں۔ اس سے اندازہ اور قیاس کر لو۔ دوسری حالتوں کا۔

عورتوں کی بابت آیا ہے کہ وہ حبایل الشیطان ہیں یعنی عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں حقیقت میں جسقدر ابتلا ان عورتوں کے ذریعہ سے آتے ہیں اور جس طرح شیطان ان رسیوں کے ذریعہ سے اپنا کام کرتا ہے وہ کوئی ایسی بات نہیں کہ کسی سے پوشیدہ ہو۔

مشنری عورتوں اور مشنریوں سے جو خرابیاں اکثر اوقات پیدا ہوتی ہیں اور آئے دن اس قسم کی خبریں سُننے میں آتی ہیں کہ فلاں گھر میں ایک مشنری عورت آتی تھی اور وہاں سے فلاں عورتکو نکال لے گئی۔ اس کا پتہ نہیں وغیرہ پھر اس سے ذرا اور آگے بڑھو۔ ولایت میں جو لوگ پڑھنے کے واسطے جاتے ہیں اور کوئی انکو حال کا پرساں اور نگران نہیں ہوتا پھر جو کچھ وہاں وہ کر گذریں تھوڑا ہے۔ مذہب کی رسمی قیود بھی بمبئی تک ہی سمجھی جاتی ہیں اسکے بعد پھر کوئی مذہب نہیں الا ماشاء اللہ۔ ایک معزز ہندو نے نواب محمد علی خاں صاحب کے مکان پر بیان کیا کہ یہ مت پوچھو کہ ولایت میں کیا کیا کھایا بلکہ یہ پوچھئے کہ کیا نہیں کھایا۔

غرض حبایل الشیطان کی وہ حالت جماع الاثم کا وہ زور شور۔ سلطنت کا رعب سطوت و جبروت الگ یہانتک کہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے گو ویسے کچھ اور ہی ظاہر کر دیا گیا ہو کہ مقدمات میں تبدیلی مذہب نجات کا موجب ہو گئی اور مجسٹریٹ نے لکھدیا کہ عیسائی مذہب کیوجہ سے خلاف گواہی دیگئی یا مقدمہ بنایا گیا۔

ایک آدمی بجائے خود ذلیل اور کس مپرس ہوتا ہے لیکن مشنریوں کے ہاں جا کر اسے روزگار ملجاتا ہے یا کسی کو ممانعت روزگار ہوئی مشنریوں نے اسے پادری بنا دیا اس قسم کے واقعات موجود ہیں یہ خیالی یا فرضی باتیں نہیں ہیں۔ مشنریوں کی بعض رپورٹوں تک سے یہ واقعات کھل جاتے ہیں اگر ان پر زیادہ غور کی جاوے۔

یہ تو ان لوگوں کی آزادی کے اسباب ہیں جنہوں نے مذہب کی پروا نہیں کی۔ اس کے علاوہ مصنفوں اور ماسٹروں کا اثر پڑھنے والوں پر اندر ہی اندر ایک مخفی رنگ میں ہوتا چلا جاتا ہے تصنیف کا ایسا خوفناک اثر ہوتا ہے کہ دوسروں کو معلوم ہی نہیں ہوتا اور شاید پڑھنے والا بھی اسے جلدی محسوس نہ کر سکے مگر آخر کار وہ ایسا متاثر ہوتا ہے کہ خود اُسکو جرأت ہوتی ہے شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی اس اثر کے متعلق لکھا ہے اور میں چونکہ بہت کتابوں کے پڑھنے والا ہوں میں نے تجربہ کیا ہے اور علاوہ بریں علم طب کے ذریعہ مجھے اس راز کو سمجھنے میں بہت بڑی مدد ملی ہے میر حسن کی مثنوی پڑھکر ہزاروں ہزار لڑکے اور لڑکیاں زانی اور بدکار ہو گئی ہیں۔ اور یہ ایسی بین اور ظاہر بات ہے کہ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ جبکہ تصانیف کا اثر طبائع پر پڑتا ہے اور ضعیف طبیعتیں بہت جلد اس اثر کو قبول کرتی ہیں تو آجکل تصانیف کے ذریعہ جو زہر مشنری گروہ نے پھیلایا ہے اس کے متعلق مجھے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر رنگ میں فلسفہ۔ تاریخ۔ طب۔ وغیرہ ہر شاخ علم اور ہر کتاب میں مذہب سے مغایرت اور آزادی کا سبق پڑھایا جاتا اور اسلام کی پاک تعلیم پر کسی نہ کسی رنگ میں حملہ کیا جاتا ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ تعلیم کا جادو کچھ ایسا کارگر ہوا ہے کہ ہر شخص بلا سوچے سمجھے کہ اسکے بچے کو کس قسم کی تعلیم مفید اور کار آمد ہو سکتی ہے اپنے لڑکوں کو سکول اور کالج میں بھیجتا ہے جہاں حفاظت دین کے اسباب بہم نہیں پہونچائے جاتے۔ وہاں قسم قسم کی فصیح و بلیغ تقریروں والے اور بڑی بڑی لمبی ڈاڑھیوں والے عجیب غریب باتیں سناتے ہیں اور یورپین اقوام کی ترقیوں اور صناعیوں کے لیکچر دیدیکر نوجوانونکو اسطرف مائل کرتے ہیں یہانتک کہ سیدھے سادے نوجوان جو اپنی مذہبی تعلیم سے بالکل کورے اور صاف ہوتے ہیں مذہب کو ایک آزادی کی مانع چیز سمجھنے لگتے ہیں اور انسانی

ترقیوں کا مانع اسے قرار دیتے ہیں۔ باتوں ہی باتوں میں سمجھائے جاتے ہیں۔ کہ اگر وہ اعتراض علماء کے سامنے کئے جاتے ہیں تو ان پر کفر کے فتوے جڑے جاتے ہیں۔

ان اعتراضوں کا جو بُرا اثر پڑتا ہے اس کے متعلق میں ایک قصّہ بیان کرتا ہوں مگر یاد رکھو کہ میں قصّہ گو نہیں بلکہ درد دل کے ساتھ تمہیں اسلام کی حالت دکھانی چاہتا ہوں میری غرض کسی پر نکتہ چینی کرنا نہیں ہے اور نہ ہنسانا مقصود ہے ۔ بلکہ اصلیت کا بیان کرنا مدنظر ہے۔

میں ایک بار ریل میں سفر کر رہا تھا جس کمرہ میں مَیں بیٹھا ہوا تھا اسی کمرہ میں ایک اور بڈھا شخص بیٹھا ہوا تھا ایک اور شخص جو مجھے مولوی صاحب کہہ کر مخاطب کرنے لگا تو اس دوسرے شخص کو سخت بُرا معلوم ہوا اور اس نے کھڑکی سے باہر سر نکال لیا۔ وہ شخص جو مجھ سے مخاطب تھا اس کے بعض سوالوں کا جواب جب مینے دیا تو اس بڈھے نے بھی سر اندر کر لیا اور بڑے غور سے میری باتوں کو سننے لگا۔ اور وہ باتیں موثر معلوم ہوئیں پھر خود ہی اُسنے بیان کیا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ مینے کیوں سر باہر کر لیا تھا۔ مینے کہا نہیں اُسنے بیان کیا کہ مجھے مولویوں کے نام سے بڑی نفرت ہے اس شخص نے جب آپکو مولوی کہکے پکارا تو مجھے بہت بُرا معلوم ہوا۔ لیکن جب آپ کی باتیں سنیں تو مجھ پر انکا بڑا اثر ہوا مینے پوچھا کہ مولویوں سے تمہیں نفرت ہے؟ اُس نے کہا کہ مینے لودہانہ میں ایک مولوی صاحب کا وعظ سنا اس نے دریائے نیل کے فضایل میں بیان کیا کہ وہ جبل القمر سے نکلتا ہے اور اس کے متعلق کہا کہ چاند کے پہاڑوں سے آتا ہے مینے اسپر اعتراض کیا تو مجھے پٹوایا گیا اسوقت مجھے اسلام پر کچھ شکوک پیدا ہو گئے۔ اور میں عیسائی ہو گیا بہت عرصہ تک میں عیسائی رہا پھر ایکدن پادری صاحب نے مجھے کہا کہ ایک نئی تحقیقات ہوئی ہے دریائے نیل کا منبع معلوم ہو گیا ہے اور انہوں نے بیان کیا کہ جبل القمر ایک پہاڑ ہے وہاں سے دریائے نیل نکلتا ہے۔ میں اسکو سنکر رو پڑا۔ اور وہ پہلا دھوکہ مجھے یاد آ گیا۔ ایک عیسائی نے مجھے مسلمان بنا دیا اور ایک مولوی نے مجھے عیسائی کیا اسوجہ سے میں ان لوگوں سے نفرت کرتا تھا مگر آپ انمیں سے نہیں ہیں میں سچ کہتا ہوں کہ اسکی یہ کہانی سُنکر میرے دل پر سخت چوٹ لگی۔ کہ افسوس مسلمانوں کی یہ

حالت ہے غرض اسوقت مسلمانوں کی حالت تو یہانتک پہونچی ہوئی ہے اور اسپر بھی انکو کسی کی ضرورت نہیں۔ (باقی آئندہ)

ندوۃ العلماء کا نواں اجلاس
اور
ہمارے ریمارک

(نمبر ۲)

مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ ندوۃ العلماء کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور وہ ہرگز اس مقصد میں کامیاب ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔

البتہ مداہنہ اور نفاق کو ضرور ترقی ہوگی اور غیرت ایمان جو ضروری شے ہے اس میں نقص واقع ہوگا۔

ہم معصیت کریں گے اگر اس موقع پر یہ نہ بتائیں کہ پھر کوئی ایسی صورت ممکن بھی ہے جس سے یہ منتشر اوراق قوم پھر مجموعی صورت اختیار کریں؟ ہمارے نزدیک ایسی صورت نہ صرف ممکن بلکہ یقینی ہے اور وہ ایک ہی ہے بجز اس کے کبھی ممکن ہوا ہی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے کہ اتفاق اور اتحاد قائم ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک **مطاع باذن اللہ امام مفترض الطاعۃ** ہم میں موجود ہو۔ اور ہم ندوۃ اور تمام ایسی مجلسوں کو جنکے دل میں قوم کے اتحاد اور اتفاق کی گدگدی ہے اور جو مسلمانوں کی ذلت اور نکبت کو محسوس کرتے ہیں کہ وہ اخلاقی علمی اور عملی حالتوں میں بالکل گر گئی ہے) اور ان تمام لوگوں کو جو اپنی اصلاح کے خواہشمند ہیں یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ اس غرض کو پورا کرنیکے لئے قرآن شریف کی وعدہ خلافت کیموافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا مصداق ہو کر وہ آنیوالا آخری امام جسے مسیح موعود اور مہدی مسعود کے نام سے آنا تھا آ گیا ہے اُسی کے ساتھ پیوند کرنے سے وہ قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے جو آخر اخوت کے درجہ پر پہنچاتی ہے۔ اس پر مفصل دعوۃ الندوہ میں لکھا جا چکا ہے جو اسی جلسہ میں ہم نے تقسیم کی تھی پھر مولوی حبیب الرحمٰن نے یہ بیان کیا کہ ندوہ کا اہم مقصد نصاب تعلیم کی اصلاح اور قرآن شریف کی خدمت ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ضروری مقصد ہے بے شک اسکی طرف توجہ ہونی چاہیئے مگر سوال پھر بھی ہے کہ ندوہ نے کیا کیا؟ خود ندوہ نے اعتراف کر لیا کہ چونکہ دار العلوم کو کامیابی نہیں ہوئی اس لئے پھر انگریزی کلاس کھولنے کی ضرورت پڑی۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ندوہ اس مقصد میں کہانتک کامیاب ہوا ہے؟ ندوہ نصاب تعلیم کی اصلاح کیا کر سکتا تھا اور قرآن شریف کی خدمت کیا کر سکتا تھا۔

قرآن شریف کے حقایق و معارف صرف اسی شخص پر کھل سکتے ہیں جو لا یمسہ الا المطہرون کے استثنا کے نیچے ہو۔ اور یہ وہ شخص ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے تائید و نصرت پا کر یہ کہنے کا حق رکھتا ہو کہ اسلام زندہ مذہب ہے اسلام کا خدا زندہ۔ اسلام کا زندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ۔ اسلام کا مرکز بیت اللہ زندہ۔ اسلام کی بولی عربی زندہ قرآن نے جو معجزات اور خوارق اور پیشگوئیوں کا علم بیان کیا ہے اسکا سلسلہ اب تک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا۔

اب ندوہ کسی ایسے شخص کا نام لے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ میں اسلام کو زندہ مذہب ثابت کرتا ہوں۔ ندوہ کسی ایسے شخص کو پیش نہیں کرتا اور اپنے اس مقصد کی ناکامی کا وہ خود اعتراف کرتا ہے مگر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ ندوہ نے اس ناکامی کی اصلاح کی تو کیونکر؟ کہ کامیابی کا ذریعہ یہ تجویز کیا کہ دار العلوم میں انگریزی کی شاخ کھولی کوئی حق پسند اور سلیم الفطرت انسان پوچھے کہ کیوں حضرت؟ قرآن شریف کی خدمت کو انگریزی کلاس سے کیا تعلق اور اصلاح نصاب کو اس سے کیا نسبت!

اصل یہ ہے کہ ندوہ کا اصل منشا صرف انگریزی تعلیم ہے اور مسلمانوں کے سامنے اپنے مقاصد کو ایسے طرز میں پیش کرنا کہ جس سے وہ یہ سمجھ لیں کہ ندوہ کی غرض الہیات اور دینیات کی ترقی ہے صرف روپیہ جمع کرنے کی خاطر ہے۔ ہم اپنی اس رائے کی تائید میں بھی ہز آنر سر جیمز لاٹوش بہادر لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ کی رائے کو پیش کرتے ہیں جو انہوں نے ندوہ کے ایڈریس کے جواب میں ظاہر کی ہے چنانچہ ہز آنر نے فرمایا۔

میرا خیال کرتا ہوں کہ آپکے پروگرام کا یہ منشا نہیں ہے کہ معرفت الٰہی اور دینیات کا ایک سکول قائم کیا جاوے جو زور کے ساتھ صرف دینیات اور الٰہیات سکہلا دے بلکہ تمہاری مراد یہ ہے کہ ہمارے طالب علم انگریزی زبان میں بھی لائق فائق ہوں مگر اسکے ساتھ علوم مشرقی میں بھی کامل دستگاہ پیدا کرلیں کیا یہ منشا سرسید احمد خاں کے منشا سے جداگانہ ہے۔

اگر تمہارا یہی خیال ہے تو کیوں تم علی گڈہ کالج کی مدد نہیں کرتے اور ایک علیحدہ دار العلوم قائم کرنا چاہتے ہو؟ کیا یہ اچھا ہے کہ ایک قوم کی کوشش اور عقل سے متفرق کام کیا جاوے۔

یہ وہ رائے ہے جو ہز آنر نے ندوہ کے اس مقصد کے متعلق ظاہر کی ہے۔ لاٹ صاحب بہادر نے تو یہ وہ برانداز گفتگو ہی کردی اور اصل حقیقت کو مشت از بام کردیا اگرچہ غور و فکر کرنے والے مسلمان پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ ندوۃ العلماء کی تہ میں بھی علی گڈہی سپرٹ کام کرتی ہے اور ندوہ کے اراکین میں اگر کل نہیں تو بعض ایسے لوگ ضرور ہیں جو علیگڈہ کالج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور سالانہ جلسوں پر زیادہ حصہ لینے والے اور مقرر وہی لوگ ہوتے ہیں جو علی گڈہ سکول آف تہاٹ کے پیرو ہیں۔

علی گڈہ کالج سے جو دینی فائدہ اور اصلاح نصاب اور خدمت قرآن ہوئی ہے وہ کوئی پوشیدہ امر ہے ہی نہیں جو مسلمانوں کو معلوم نہیں۔ وہی سے ندوہ کی خدمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اور اس سے مولوی حبیب الرحمن صاحب کے اس دعوی کی حقیقت اور قلعی کہلتی ہے جو انہوں نے اپنے بڑے مجمع میں کیا کہ ندوہ ایسے علماء پیدا کریگا جو مذہبی اور اخلاقی اصلاح کرنے پر قادر ہوں گے؟

مولوی حبیب الرحمن کو ایسا دعوی کرتے ہوئے خدا کا خوف کرنا چاہئیے تھا ندوہ کیا اور اسکی حقیقت کیا؟ کیا مذہبی اور اخلاقی اصلاح کرنے والے کسی یونیورسٹی میں طیار کئے جاتے ہیں ایسے ریفارمروں کی کوئی فیکٹری ہے؟ وہ مصلح جو مذہبی اور اخلاقی اصلاح کرنے پر قادر ہوتا ہے وہ دنیا کے انتخاب سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے انتخاب سے ہوتا ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔

ندوہ کو ایسی بلند پروازی سے توبہ اور ترحم کرنی چاہیئے کہ اسکی حقیقت تو ذمہ دار حکمران صوبہ پر کہول رہا ہے کہ انکی غرض انگریزی تعلیم دینا ہے بلکہ اس نے سارے حالات پر نظر کرکے ندوہ کی مجلس کو بہت کچھ مشتبہ بنا دیا ہے۔ مثلاً یتیم خانہ پر دائے زنی کرتے ہوئے ہزآنر نے فرمایا ہے۔

”کرینہ مسعود دیکھا ہے اس سے کسی غیر معمولی فیاضی کا ثبوت نہیں ملتا“

ان حالات کو مد نظر رکھ کر مسلمان سوچ لیں کہ ندوہ کیا چاہتا ہے اور کیا کرتا ہے اور کیا کہتا ہے؟ (باقی آٹھویں نمبر میں)

(باقی آٹھویں نمبر میں)

بقیہ نظم

منشی محمد نواب خانصاحب ثاقب

طاعون کے نشان کو سمجھتے کیسل لوگ
دیکھیں وہ چند روز ہے اس کی سمائیں ہر
ٹلنے کی یہ نہیں ہے تباہی کئے بغیر
سورت میں آج صورت ہیل ماہیں ہر
چین چین کے منکر و نکو یہ کہا ئیگی بیگمان
لاریب مومنوں کی جماعت اماں میں ہر
وہ متقی جو صدق سے ہے اس کی دل بیز
نزدیک ہے گو دور مگر قادیان میں ہر
جس کا نگہبان سے ہے وہ باغ وستان پر
دارالامان میں یا کہو وہ آسمان میں ہر
اے گرگ طبع چہوڑ دے روباہ زبان
ڈر صولت خدا سے جو شیر ژیان میں ہر
چل دم دبا کے بہاگ اگر خیر ہے تری
ایمان ترا دیکھ لیا امتحان میں ہر
اس بیوفا میں ذرا بھی بوئے وفا نہیں
وعدہ وفا کرے ابھی عرصہ نشان میں ہے
حیران ہے حالی کو یہ کیوں آل نبی کو
کیا جانے وہ کہ وارث دین خاندان میں ہے
خم ٹھونک کر اوترے لیکر علی کا نام
نام علی کا زور اگر کچھ جہان میں ہے
رکھی ہینگی طاقتیں بالائے طاق سب
وہی خدا کا بل ہے جو اس پہلوان میں ہے
اے پیر گولڑہ کسی ہمزاد کو بلا
افسوں گری کا کچھ بھی اثر گر زبان میں ہے
پیران میں فرض کی بھٹی کو دے جلا

کیا خاک ان کے میکدہ و دیگدان میں ہے
اک گہونٹ پی کہ عرش بریں کی خبر ملی
ایسا اثر کچھ اس کی مئے ارغوان میں ہے
اعجاز احمدی کے مقابل ہو گر نظر
لاؤ نکالکر جو ورق جزودان میں ہے
دیکھینگے کیا دکہائے طبیعت کی تیزیاں
اصغر علی ادیب بھی اس امتحان میں ہے
ہرگز نہیں کبھی نہیں ہوگا مقابلہ
یہ زور اس نشان مسیح زمان میں ہے
لالچ نہیں ہے حشمت دنیا کا کچھ بیان
ثاقب متاع دین کے لئے قادیان میں ہے

اعلان

انجمن اشاعت اسلام کے

عہدہ داروں میں کچھ تغیر و تبدیل کیا گیا ہے آیندہ خیراتی یا تجارتی حصص وغیرہ کا روپیہ مفتی محمد صادق صاحب فنانشل سکرٹری کے نام آنا چاہیے۔

بشیر علی اسسٹنٹ سکرٹری انجمن اشاعت اسلام

تحریک بر

خیراتی فنڈ میگزین

۱۰ جون سنہ ۱۹۰۲ء کے اخبار میں ایک تحریک کی گئی تھی کہ جس صاحب کی تنخواہ میں ترقی ہو وہ اپنی پہلی ترقی کا روپیہ میگزین کے خیراتی فنڈ کیلئے بھیجکر ثواب حاصل کریں۔ اس تحریک کے مطابق دو صاحبوں نے ترقی ہونے پر اپنے پہلے اضافہ کی رقم بھیجکر میگزین کی اعانت کی ہے۔ اول منشی نعمت اللہ خانصاحب ڈسٹرکٹ نری اسسٹنٹ پٹاور جنہوں نے سب سے پہلے اس نیک کام میں اپنے تئیں نمونہ بنایا ہے اور اب تک [illegible] روپیہ دے چکے ہیں۔ دوم شیخ احمد اللہ صاحب کلرک پلٹن [illegible] جنہوں نے ابھی [illegible] روپیہ اس تحریک کے مطابق ارسال کئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان ہر دو صاحبان کو جزائے خیر دے اور دوسرے صاحبوں کو ان کے نمونہ پر چلنے کی توفیق دے۔ بشیر علی اسسٹنٹ سکرٹری انجمن اشاعت اسلام قادیان

ٹیکا طاعون

ٹیکا طاعون کے متعلق مندرجہ ذیل اطلاع ایڈیٹر الحکم کو گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے بغرض اشاعت موصول ہوئی ہے جس کو ہم فائدہ عام کے لئے درج کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

گورنمنٹ پنجاب کو ٹیکا دافع طاعون کی وسیع تجویز بمجبوری عارضی طور پر بندکنی پڑی ہے۔ یہ تجویز دوائی دافع طاعون کی ۷۰۰۰ (دوز) معتاد روزانہ بہم پہونچنے پر مبنی تہی اور ماہ ستمبر کے نصف بالعمل ٹیکے کے واقعی شروع ہونے سے صرف ۱۵ روز پیشتر تک یہ خیال تہا کہ بمبئی کا کارخانہ دواسازی دوائی کی اسقدر مقدار باقاعدہ طور پر بہم پہنچا سکیگا۔ لیکن پہر یہ معلوم ہوا کہ دوائی کی پوری مقدار کا بہم پہونچانا کچھ عرصہ تک ناممکن ہوگا اور امرواقع تو یہ ہے کہ جو مقدار بہیجی گئی ہے وہ ۱۰۰۰ معتاد روزانہ سے بہی بقدر نصف کے کم رہی ہے جسکا اُسوقت وعدہ کیا گیا تہا جبکہ گورنمنٹ پنجاب نے اُسوقت خاص طور پر دریافت کیا تہا جب انکو یہ اطلاع ملی کہ دوائی دافع وبا کی تیاری کا طریق بدلا گیا ہے اور کہ کارخانہ دواسازی دوائی کی مذکورہ بالا پوری مقدار بہم پہونچانے کے قابل نہیں۔ تاہم اس تہوڑی مقدار سے بہی نہایت قابل اطمینان کام ہوا اور ماہ اکتوبر کے دوران میں قریباً ۱۲۰۰۰ اشخاص کو انکی مرضی سے ٹیکا لگایا گیا۔

افسوس ہے کہ اب یہ ظاہر ہوا کہ جو دوائی طریق مندرجہ بالا سے بہم پہونچائی گئی تہی وہ آلودگی سے بالکل پاک نہ تہی اور یہ ضروری معلوم ہوا کہ اسکا کچھ حصہ بوجہ مضر ہونے کے مسترد کیا جاوے۔ بہت تہوڑی ایسی واردات کی اطلاع آئی جن میں ٹیکا لگانے کے تہوڑے عرصہ بعد موت وقوع میں آئی ہو۔ یہ کبہی ثابت نہ ہوا کہ ان وارداتوں میں سے کسی میں بہی موت فی الواقع ٹیکا لگانے کی وجہ سے وقوع میں آئی۔ لیکن اس خیال سے کہ ایسا ہونا ممکن تہا۔ یکم نومبر کو یہ احکام جاری کئے گئے کہ ٹیکا کے عمل کو بند کر دیا جاوے تاوقتیکہ پہر ایسی دوائی بہم نہ پہونچ جائے جس پر پورا بہروسہ کیا جاسکتا ہو۔ پیشتر اس کے کہ ان احکام پر عملدرآمد کیا جاتا موضع ملکوال ضلع گجرات میں ایک اندوہناک حادثہ وقوع میں آیا۔ یعنی ۱۹ اشخاص جنکو ۳۰ اکتوبر کو ٹیکا لگایا گیا وہ ۶ نومبر کو بوجہ تشنج ٹیٹینس بیمار پائے گئے اور اب وہ سب مرگئے ہیں ان سب اشخاص کو دوائی کی ایک ہی بوتل سے ٹیکا لگا اور اُن اشخاص کے درمیان کوئی حادثہ واقع نہ ہوا جنکو دیگر بوتلوں سے اُسی وقت اور اُسی مقام پر ٹیکا لگایا گیا تہا۔ گورنمنٹ پنجاب کو اس امر کا پورا اطمینان ہے کہ گورنمنٹ موصوف کی ان ہدایات پر احتیاط کے ساتہ عمل کیا گیا ہے کہ ٹیکا لگانے میں جبر سے کام نہ لیا جائے اور اُن جملہ اشخاص نے جن کو موضع ملکوال میں ٹیکا لگایا گیا تہا اور جنمیں وہ ۱۹ اشخاص بہی شامل تہے جو فوت ہوگئے اپنی مرضی سے ٹیکا لگوایا تہا۔ بغیر اسکے کہ سرکاری طور پر کوئی دباؤ براہ راست اُنپر ڈالا جاتا۔ بلکہ زیادہ تر انکے قرب وجوار کے بارسوخ غیر سرکاری اشخاص نے انکو اس عمل کے لئے ترغیب ونصیحت دی تہی۔ اس مستثنیٰ صورت میں گورنمنٹ نے اُن تمام اشخاص کے قبیلوں کو جو مرگئے ہیں فیاضانہ طور پر معاوضہ دینے کا ارادہ کرلیا ہے اور اس غرض سے اب تحقیقات ہو رہی ہے۔

یہ ظاہر ہوچکا ہے کہ جو دوائی ابہی آئی تہی اُسکو قطعاً بے ضرر نہیں کہا جاسکتا اور نہ اُسکے استعمال کرنے میں کچہ خطرہ تہا اسلئے گورنمنٹ کے لئے یہ ضروری تہا کہ تمام ٹیکا کے عمل کو فی الفور اور قطعی بند کیا جاتا تاوقتیکہ بالکل بے ضرر دوائی پہر دستیاب نہ ہوجاتی۔ پس یہ کارروائی فی الفور کی گئی۔ بعد ازاں یہ معلوم ہوا ہے کہ جب پنجاب میں بہت سی دوائی دافع وبا کی بہم رسانی شروع ہوگئی اُس وقت چند مزید تبدیلیاں جنکی گورنمنٹ کو اطلاع نہیں ملی تہی دوائی کی تیاری کے طریق میں کی گئیں۔ یہ تبدیلیاں کمیشن وبا کی سفارشوں کے مطابق کی گئیں اور انکی غرض یہ تہی کہ دوائی کا اثر بڑہ جائے اور اسکی مقدار کم کی جائے کپتان ای ولکنسن صاحب آئی۔ ایم۔ ایس چیف افسر طبی دوا پنجاب اور کپتان سی ایچ جیمز صاحب آئی۔ ایم۔ ایس جو اب بطور افسر معائن پنجاب میں عمل ٹیکا کے متعلق تعینات ہیں اور جن صاحبان کو پنجاب میں ٹیکے کا بڑا وسیع تجربہ ہے بہمراہی مسٹر سی۔ جے ہیلی فیکس صاحب جوڈیشل وجنرل سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب گورنمنٹ کے حکم سے بمبئی گئے اور انہوں نے یہ دریافت کیا کہ آیا بعض صورتوں میں دوا میں آلودگی ظاہر ہونیکا یہ باعث تہا کہ جبکہ تبدیلیوں کے لئے مزید احتیاطیں ضروری ہتیں یا یہ کہ ایک بالکل جدید پیمانہ پر دوائی تیار کرنے میں وہ دقیق احتیاطیں جو دوائی کو آلودگی سے پاک کرنے کے لئے کی جاتی ہیں پہلے کی طرح کامیابی سے نہ کی گئیں۔ ان افسروں نے جو بمبئی سے ہوکر آئے ہیں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے اور گورنمنٹ کو یہی رپورٹ کی ہے کہ اگرچہ عملہ کا ناتجربہ کار ہونا کسیقدر آلودگی دوائی کا باعث تہا تاہم اسکی زیادہ تر وجہ یہ تہی کہ دوائی کی تیاری کے ابتدائی طریق سے انحراف کیا گیا ہے۔

برسوں کے تجربہ سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ مناسب احتیاط سے ایسی دوائی تیار کیجا سکتی ہے جو بالکل بے ضرر ہو اور طاعون سے محفوظ رکہے۔ گورنمنٹ پنجاب کی تجویز صرف ایسی قسم کی دوائی کے استعمال پر مبنی تہی جسکی اکثر تجربہ سے آزمائش ہوچکی تہی۔ اسوقت کارخانہ میں کافی تربیت یافتہ اور قابل اعتبار عملہ کام کر رہا ہے اور یہ انتظام کر دیا گیا ہے کہ صرف وہ دوا پنجاب میں بہیجی جاوے جو ابتدائی طریق پر تیار کی گئی ہو اور اُس دوا کو کارخانہ مذکور میں اور نیز پنجاب میں علیحدہ طور پر چند ایسے زائد طریقوں سے آزمایا جائیگا جن سے دوا کے پاکیزہ ہونے کی نسبت ابتدائی اطمینان کو تقویت پہونچنے کی توقع ہو۔ پہلی دوا کی تہوڑی سی مقدار جس پر بے ضرر ہونے کا بہروسہ کیا جاسکتا ہے پنجاب میں اب بہی موجود ہے اور اُس دوا سے بعض اضلاع میں جہاں ٹیکا کی بہت ضرورت تہی پچہلے چند ایام میں پہر ٹیکہ کیا گیا۔ بعینہ اس قسم کی دوا کی قریباً ۲۵۰۰۰ معتاد جنکی حال کے ایجاد شدہ نہایت مکمل طریقوں سے پورے طور پر آزمایش ہوچکی کارخانہ میں موجود ہیں اور وہ فوراً پنجاب میں بہیجی جائینگی اور اس مقدار کے بعد دسمبر ۱۰۰۰ معتاد روزانہ سے شروع کرکے دوا کے بڑے بڑے پارسل ہر روز لگاتار بہیجے جاوینگے مگر اسطرح پر قطعاً بے ضرر دوائی کا بہم پہونچانا ممکن پایا گیا ہے جس سے اون اشخاص کو وقت پر ٹیکہ لگانا ممکن ہوگا۔ جو اپنی مرضی سے لگوانا چاہیں تاکہ اس بیماری رقبہ کی آبادی کو محفوظ کیا جائے جہاں وبا کے موسمی عود کا خوف ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر کے چھپکر شایع ہوا

لیکن جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور جنکو ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال کرتا ہے اُن پر ابتلا آتا ہے۔

جو کہتے ہیں کہ ہم پر کوئی ابتلا نہیں آیا وہ بدقسمت ہیں وہ ناز و نعمت میں رہ کر بہائم کی زندگی بسر کرتے ہیں ان کی زبان ہے مگر وہ حق بول نہیں سکتی خدا کی حمد و ثنا اُس پر جاری نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ صرف فسق و فجور کی باتیں کرنے کے لیے اور مزہ چکھنے کے واسطے ہے۔ ان کے آنکھیں ہیں مگر وہ قدرۃ کا نظارہ نہیں دیکھ سکتیں بلکہ وہ بدکاری کے لیے ہیں پھر انکو خوشی اور راحت کہاں سے میسر آتی ہے یہ مت سمجھو کہ جبکو ہم و غم پہونچتا ہے وہ بدقسمت ہے نہیں خدا اسکو پیار کرتا ہے۔ جیسے مرہم لگانے سے پہلے چیرنا اور جراحی کا عمل ضروری ہے اسی طرح خدا کی راہ میں ہم و غم آنا ضروری ہے۔ غرض یہ انسانی فطرۃ میں ایک امر واقعہ شدہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ دنیا کی حقیقۃ کیا ہے اور ہمیں کیا کیا بلائیں اور حوادث آتے ہیں۔

ابتلاؤں میں ہی دعاؤں کے عجیب و غریب خواص اور اثر ظاہر ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ

ہمارا خدا تو دعاؤں ہی سے پہچانا جاتا ہے

دنیا میں جسقدر قومیں ہیں کسی قوم نے ایسا خدا نہیں مانا۔ جو جواب دیتا ہو اور دعاؤں کو سنتا ہو۔ کیا ایک ہندو ایک پتھر کے سامنے بیٹھکر یا درخت کے آگے کھڑا ہو کر یا بیل کے روبرو ہاتھ جوڑ کر کہہ سکتا ہے کہ میرا خدا ایسا ہے کہ میں اس سے دعا کروں تو وہ مجھے جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں کیا ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ میں نے یسوع کو خدا مانا ہے وہ میری دعا کو سنتا اور اسکا جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام

کا خدا ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے جس نے کہا

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

تم مجھے پکارو میں تمکو جواب دونگا اور یہ بالکل سچی بات ہے کوئی ہو جو ایک عرصہ تک سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو وہ مجاہدہ کرے اور دعاؤں میں لگا رہے آخر اُسکی دعاؤں کا جواب اُسے ضرور دیا جاوے گا۔

قرآن شریف میں ایک مقام پر اِن لوگوں کے لیے جو گوسالہ پرستی کرتے ہیں اور گوسالہ کو خدا بناتے ہیں آیا ہے اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْھِمْ قَوْلًا۔ کہ وہ انکی بات کا کوئی جواب انکو نہیں دیتا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو خدا بولتے نہیں ہیں وہ گوسالہ ہی ہیں۔ ہم نے عیسائیوں سے بارہا پوچھا ہے کہ اگر تمھارا خدا ایسا ہی ہے جو دعاؤں کو سنتا ہے اور اُن کے جواب دیتا ہے تو بتاؤ وہ کس سے بولتا ہے؟ تم جو یسوع کو خدا کہتے ہو پھر اُسکو بلا کر دکھاؤ۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ سارے عیسائی اکٹھے ہو کر بھی یسوع کو پکاریں وہ یقیناً کوئی جواب نہ دیگا کیونکہ وہ مر گیا۔

عیسائیوں کو ملزم کرنے کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی تیز ہتھیار نہیں ہے۔ ان سے پہلا سوال یہی ہونا چاہیے کہ کیا وہ ناطق خدا ہے یا غیر ناطق؟ اگر غیر ناطق ہے تو اُسکا گونگا ہونا ہی اس کے ابطال کی دلیل ہے لیکن اگر وہ ناطق ہے تو پھر اُسکو ہمارے مقابل پر بلا کر دکھاؤ۔ اور اس سے وہ بولیاں بلواؤ جن سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ انسان کی مقدرۃ اور طاقت سے باہر ہیں یعنی عظیم الشان پیشگوئیاں اور آیندہ کی خبریں۔

مگر وہ پیشگوئیاں اس قسم کی ہی نہیں ہونی چاہییں جو یسوع نے خود اپنی زندگی میں کی تھیں کہ مرغ بانگ دے گا۔ یا لڑائیاں ہونگی قحط پڑیں گے۔ بلکہ ایسی پیشگوئیاں جنمیں قیافہ اور فراست کو دخل نہو۔ بلکہ وہ انسانی طاقت اور فراست سے بالاتر ہوں۔

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی پادری یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھ سکتا کہ خدا کے قادر کے مقابلہ میں ایک عاجز و ضعیف انسان یسوع کی اقتداری پیشگوئیاں پیش کر سکے۔

غرض یہ مسلمانوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ ان کا خدا دعاؤں کا سننے والا ہے۔ کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک طالب نہایت رقت اور درد کے ساتھ دعائیں کرتا ہے مگر وہ دیکھتا ہے کہ ان دعاؤں کے نتایج میں ایک تاخیر اور توقف واقع ہوتا ہے اس کا ستر کیا ہے؟ اس میں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اول تو جس قدر امور دنیا میں ہوتے ہیں انمیں ایک قسم کی تدریج پائی جاتی ہے۔ دیکھو ایک بچہ کو انسان بننے کے لیے کسقدر مرحلے اور منازل طے کرنے پڑتے ہیں ایک بیج درخت بننے کے لیے کسقدر توقف ہوتا ہے۔ اسیطرح پر اللہ تعالیٰ کے امور کا نفاذ بھی تدریجاً ہوتا ہے۔ دوسرے اس توقف میں یہ مصلحت الٰہی ہوتی ہے کہ انسان اپنے عزم اور عقد ہمت میں پختہ ہو جاوے اور معرفت میں استحکام اور رسوخ ہو۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جسقدر انسان اعلیٰ مراتب اور مدارج کو حاصل کرنا چاہتا ہے اُسی قدر اسکو زیادہ محنت اور وقت کی ضرورۃ ہوتی ہے۔ پس استقلال اور ہمت ایک ایسی عمدہ چیز ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو انسان کامیابی کی منزلوں کو طے نہیں کر سکتا۔ اسلیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ پہلی مشکلات میں ڈالا جاوے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اسی لیے فرمایا ہے۔

دنیا میں کوئی کامیابی و راحت ایسی نہیں ہے جس کے ابتلا اور اول میں کوئی رنج اور مشکل نہ ہو۔ ہمت کو نہ ہارنے والے مستقل مزاج فائدہ اٹھا لیتے ہیں اور کچے اور ناواقف راستہ میں ہی تھک کے رہ جاتے ہیں پنجابی میں کسی نے کہا ہے۔

اِیہو ہیگی کیمیا جے دن تھوڑے ہو

بس جب خدا پر سچا ایمان ہو کہ وہ میری دعاؤں کو سننے والا ہے تو یہ ایمان مشکلات میں بھی ایک لذیذ ایمان ہو جاتا ہے اور غم میں ایک اعلیٰ یا فوقی کا کام دیتا ہے کہ ہموم و غموم کے وقت اگر انسان کو کوئی پناہ نہو تو دل کمزور ہوتا جاتا ہے اور آخر وہ مایوس ہو کر ہلاک ہو جاتا اور خود کشی کرنے پر آمادہ ہوتا بلکہ بہت سے

ایسے بد قسمت یورپ کے ملکوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں جو ذرا سی نامرادی پر گولی کھا کر مر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا خود کشی کرنا خود ان کے مذہب کی بودے اور کمزوری کی دلیل ہے اگر اسمیں کوئی قوت اور طاقت ہوتی تو اپنے ماننے والوں کو ایسی یاس اور نامرادی کی حالت میں نہ چھوڑتا۔ لیکن اگر خدا تعالےٰ پر اسے ایمان ہے اور اس قادر کریم ہستی پر یقین رکھتا ہے کہ وہ دعائیں سنتا ہے تو اس کے دل میں ایک طاقت آتی ہے۔

یہ دعائیں حقیقت میں بہت قابل قدر ہوتی ہیں اور دعاؤں والا آخر کار کامیاب ہو جاتا ہے ہاں یہ نادانی اور سوء ادب ہے کہ انسان خدا تعالےٰ کے ارادہ کے ساتھ لڑنا چاہے مثلاً یہ دعا کرے کہ رات کے پہلے حصہ میں سورج نکل آوے اس قسم کی دعائیں گستاخی میں داخل ہوتی ہیں۔ وہ شخص نقصان اٹھاتا ہے اور ناکام رہتا ہے جو گھبرانے والا اور قبل از وقت چاہنے والا ہو۔ مثلاً کوئی بیاہ کے دس دن بعد مرد و عورت یہ خواہش کریں کہ اب بچہ پیدا ہو جاوے تو یہ کیسی حماقت ہوگی اسوقت تو استقرار کے دن اور چھچھڑوں سے بھی بے نصیب رہیگی اسی طرح جو سبزہ کو نمو نہیں دیتا وہ دانہ پڑنے کی نوبت ہی آنے نہیں دیتا۔

میں نے ارادہ کیا ہوا ہے کہ ایکبار اور شرح و بسط کے ساتھ دعا کے مضمون پر ایک رسالہ لکھوں مسلمان دعا سے بالکل ناواقف ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جنکو بد قسمتی سے ایسا موقع ملا کہ دعا کریں مگر انھوں نے صبر اور استقلال سے چونکہ کام نہ لیا اس لیے نامراد رہے اور پھر دہریہ یا نیچری مذہب اختیار کر لیا کہ دعا کوئی چیز نہیں یہ دھوکا اور غلطی اسی لیے لگتی ہے کہ وہ لوگ حقیقت دعا سے ناواقف محض ہوتے ہیں اور اس کے اثر سے بیخبر۔ اور اپنی خیالی امیدوں کو پورا نہ ہوتی دیکھکر کہہ اٹھتے ہیں کہ دعا کوئی چیز نہیں ہے اور اس سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔

دعا ربوبیت و عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے اگر دعاؤں کا اثر نہ ہوتا تو پھر اسکا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ باقی آیندہ

حضرة اقدس علیہ السلام کی پرانی اور اچھوتی تقریریں

اثبات نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نبوۃ اس جناب کی اسطرح پر ثابت ہے کہ انھوں نے نبوۃ کا دعوےٰ کیا اور معجزے ظاہر کیے۔ لیکن ثبوت اس امر کا کہ انھوں نے نبوۃ کا دعویٰ کیا پس تواتر سے ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا اور ثبوت معجزہ کا دو طرح پر ہے ایک یہ کہ انھوں نے خدا کا کلام لوگوں کو سنایا اور کہا کہ اگر تم کو انکار ہے تو ایسی کلام تم بھی بنا لاؤ۔ پس باوجود اس کے کہ وہ لاف بلاغت اور فصاحت کی مارتے تھے اور اکثر ان میں شاعر تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح الزام دیں پھر بھی کم سے کم ایک سورہ کی برابر نہ بنا سکے پس باوجود اس کے کہ سب باتیں انکی نقل کی گئی ہیں مگر آج تک کسی سے منقول نہیں کہ کسی نے ان میں سے جواب بھی دیا تھا اور کس طرح ہو سکتا تھا کہ جس کلام کو صدہا مخالف سنتے تھے اور نہ اعتقادوں کو ٹوٹا جانا تھا اس میں خلاف واقعہ درج ہو اور ایسا جھوٹھ جسکو وہ فی الفور ثابت کر سکیں لکھا جاوے۔ اور یہی دلیل ہے شق القمر کی۔

اور دوسری قسم ثبوت معجزہ کی یہ ہے کہ اس قدر خوارق عادات نقل کیے گئے ہیں اور یہ طریق متعددہ سے ثابت ہوا ہے کہ اس کا خلاف ہونا عقلاً محال ہے جیسے ہنود میں باوجود کثرۃ اختلاف کے اس قدر بالیقین ثابت ہوتا ہے کہ ان میں اگلی زمانہ میں ایک شخص ضرور ہوا ہے جس کا نام رامچندر تھا۔ اور جیسے ثابت ہوا کہ نوشیرواں ضرور عدالت کی طرف مائل تھا اور حاتم سخی تھا اور یا جیسے ہر شخص اپنی ماں کو ضرور جانتا ہے یا اولاد کو پہچانتا ہے۔ اسی طرح معجزات ثابت ہیں اور تحدی جو کی گئی وہ ثابت ہوتی ہے۔ اسلیے قرآن شریف کہتا ہے یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم گویا یہانتک یقین بڑھا ہوا ہے اور اسقدر ثبوت ہیں کہ مشاہدہ کو اسپر فوقیت ہے۔ اور سوائے اس کے دو وجہ ثبوت نبوۃ کے اور ہیں ایک وہ اخلاق عظیم کہ ان میں تھے اور ایک وہ علم و حکمت کہ باوجود امی ہونے کے انمیں تھا۔ اور باوجود اس کے کہ اکثر غزوات میں مصروف تھے پھر بھی ایک نقطہ شریعت کا باقی نہ رہا جو آپ نے بیان نہ کیا ہو۔ تمام فقہ۔ عبادات۔ معاملات۔ اور فرائض اور تعزیرات جیسے دفتر بھرے ہوئے ہیں بیان کیے۔ اور اسی طرح وہ شجاعت دلیل نبوۃ ہے جو ان میں تھی۔ اور وہ وثوق یعصمك اللہ من الناس پر اور وہ قوی دلی کہ جنگ بدر میں جب شکست آئی اور بعض لوگ پیچھے ہٹے آپ اپنی جگہ سے ایک بالشت بھر پیچھے نہ ہٹے اور ہزاروں کے سامنے اکیلے حملہ کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے ان اللہ لا یکذب۔

پس خیال کرنا چاہیے کہ ایسے موقع میں اپنا آپ معلوم کرا دینا اور بلند آواز سے کہنا کہ میں نبی ہوں اور وہی ہوں جس کی تلاش میں ہو سوائے صادق کے کس کا کام ہے اور اسطرح وہ اخلاق عظیم جو آپ میں تھے اور وہ صبر اور وہ حلم اور وہ مروت جو ان میں تھی کہ مخالفین نے باوجود کثرت مخالفت کے کوئی عیب انپر ثابت نہ کیا پس کسطرح ہو سکتا ہے کہ یہ سب باتیں ایک ایسے شخص میں کہ درحقیقۃ نبی نہیں ہوا جمع ہوئیں؟ اور کب ممکن ہے کہ خدا تعالےٰ ان سب کمالات کو اس شخص میں جمع کرے جسکو وہ جانتا ہے کہ وہ مفتری ہے اور نہ صرف جمع کرے بلکہ تیئیس برس تک اسکو مہلت دے اور محفوظ رکھے۔ اور اسکی دین کو تھوڑے عرصہ میں سب دینوں پر غالب کرے اور قیامت تک اس کے آثار کو باقی رکھے یہ سب باتیں سوائے صادق کے کہاں ہو سکتی ہیں اور کب ممکن ہے؟ بلکہ مفتری کا ٹا جاتا ہے اسکو راہ نہیں ملتا

پر جو حق ہے وہ باقی رہتا ہے اور بڑھتا ہے اور پھولتا ہے اور اچھے درخت کی مانند پھل دیتا ہے اور اُس کی عمر دراز ہوتی ہے۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ اس قوم میں ظاہر ہوئے۔ جو سب قوموں سے زیادہ تر جاہل تھی۔ جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔ جنکو کچھ حکمت کی خبر نہیں تھی جنکا مذہب بُت پرستی تھا۔ اور پیشہ چوری تھا اور سراسر عیبوں میں بھرے ہوئے تھے۔ اس نور نے اُن کے اخلاق تبدیل کیے جہل کی جگہ علم و حکمت بخشے اور فضائل علمی اور عملی میں کامل کیا اور ایک عالم کو ایمان اور عمل صالح سے منور کیا اور اُن کے اخلاق ذمیمہ کا قلع قمع کیا اور ظاہر ہے کہ عادتوں اور خلقوں کا بدلنا نہایت دشوار ہے۔ اور آدمی اپنے خلقوں کو بدل نہیں سکتا۔ پس ظاہر ہے کہ جبکہ اپنا عیب دور کرنا مشکل ہے تو دوسرے آدمیوں کے عیب جو لکھو کہا ہوں تھوڑے عرصہ میں بالکل دور کر دینا کس قدر مشکل ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ اس مشکل سے بڑھ کر اور کوئی مشکل نہیں اور کلام اللہ سے یہ دونوں امور ثابت ہیں۔ اول انکا عیب دار ہونا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت سے پاک صاف ہو جانا بخوبی ثابت ہوتا ہے کیونکہ کلام اللہ میں اول کافروں کے عیب بیان ہوئے ہیں۔ پھر اُن اشخاص کا حال بیان کیا کہ کیسے مومن ہوئے۔ ان دونوں حالات کے دیکھنے سے صاف پایا جاتا ہے کہ اول وہ کسقدر شیطان کے پنجہ میں گرفتار تھے اور پھر نور صحبت سے کسقدر نورانی ہوئے جیساکہ اُن کے کفر کا حال بیان کیا ہے کہ یا کلون و یتمتعون الآیۃ اور پھر ایمان کے بعد یہ خلق حاصل ہوا یبیتون لربھم سجدًا وقیامًا۔

ذوق نماز

رمضان المبارک کے دوسرے خطبہ کا خلاصہ

یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

ایمان والو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمکو ذکر الٰہی سے غفلت میں نہ ڈالدے راحت پسند اور نفع جو ہستی (انسان) کے سامنے وہ کون سی ایسی پیاری اور مرغوب شے پیش کروں جو دل بہلانے والی اور ہر حال میں کام آنے والی ہو؟ میرا ایمان ہے کہ وہ خدا ہے اور اسکے سوا کوئی چیز ایسی نافع اور دلربا نہیں جیسی ذکر اللہ ہے۔ میں سچ کہتا ہوں اللہ جل شانہ بڑی دولت ہے اور یہ بالکل سچ ہے

خدا داری چہ غم داری

بعض لوگ جن کی عقل ماری گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو اپنا محبوب بناتے ہیں مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ۔ الآیہ لیکن جو مومن ہیں وہ تمام اشیاء سے بڑھ کر اللہ ہی کو محبوب بناتے ہیں۔

یہ راز سمجھنے کے لیے (کہ کیوں جاہل انسان اللہ تعالیٰ کی محبت غیروں کو دیتا ہے اور کیوں مومن اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسیکو محبوب نہیں سمجھتا) ضروری ہے کہ انسانی فطرت پر غور کر لیا جاوے انسان بالطبع نفع رساں اور خوبصورت وجود سے محبت کرتا ہے + ظاہری اشیاء کے حسن اور احسان تک جس کی نظر ٹھہرتی ہے وہ ان میں گرفتار ہو کر رہ جاتا ہے لیکن جو دوربین اور باریک بین ہے اس کی نظر ان سے بھی بڑھ کر اس ذات تک جاتی ہے جو حقیقی محسن اور اپنے حسن میں یکتا اور یگانہ ہے + اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ دنیا میں ایک قوم ایسی رکھی ہے جنھوں نے اپنے چال چلن سے ثابت کر دیا ہے کہ انکی نظر میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر

کوئی محبوب و محسن نہیں ہے۔ اور اسی لیے وہ دنیا میں رہ کر دنیا کے علائق رکھتے ہوئے ان تمام تعلقات سے بے تعلق اور الگ ہیں اور ذکر اللہ سے غافل نہیں اور

دل بیار دست بکار

کے مصداق ہیں۔

مگر جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حسن و احسان کو دیکھنا نہیں چاہا اور دلفریبوں اور مال و اولاد کے افکار نے انکو اپنا پابند کر لیا ہے وہ غفلت کی حالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور دنیا و دین میں خسارہ میں ہیں۔

جن لوگوں کی یہ حالت ہے کہ دُنیا کے دھندوں سے انھیں فرصت نہیں ملتی اور وہ ذکر اللہ میں لذت نہیں پاتے۔ ان کی حالت اس سے زیادہ نہیں کہ جیسے ایک بندر نچانے والا قلندر ایک محلہ میں آکر اپنی ڈگڈگی بجاتا ہے تو بچے بیچین ہو کر جمع ہو جاتے ہیں اور اپنی ساری خوشیوں اور راحتوں کی انتہا اسی تماشے کو سمجھتے ہیں اسی طرح یہ غافل عن ذکر اللہ لوگ مال و بنون اور دنیا دوں کے تماشوں میں مبتلا ہوئے ہیں انھیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اپنا وقت عزیز رائگاں کر رہے ہیں۔ لیکن جب یہ تماشا ختم ہوگا اور آنکھ بند کرنی پڑیگی اُسوقت اُنھیں معلوم ہوگا کہ ہم کیا کرتے رہے؟ ابھی معلوم نہیں کہ ہم کس غرض کے لیے آئے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔

اسی لیے قرآن شریف میں اس دنیا کو لہو و لعب کہا گیا ہے جو انسان کو اس کے اصل منشا اور مقصد زندگی سے الگ پھینک دیتی ہے۔

پس غور کرو اور سوچو کہ تمھارا کیا فرض ہے اور تم کیا کرتے اور تمھارے ان کاموں کا انجام کیا ہوگا؟۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اسقدر غفلت اور بے پروائی کیوں ہے؟ میرا ایمان بلکہ یقین ہے کہ یہ غفلت اسی لیے ہے کہ انسان نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ اس لذت اور ذوق سے ناآشنا ہے جو اس کی یاد میں ملتا ہے۔

مجھے تعجب ہوتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ انسان ایک ذائقہ پسند ہستی ہے اگر کھانے میں نمک اعتدال اور مناسبت سے زیادہ ہو تو کیسے کھاتے پھینک دیتا ہے۔ اور اگر کپڑے میلے اور پھٹے ہوئے ہیں تو کیوں ان سے نفرت کرتا ہے؟ صرف اس لیے کہ وہ ذائقہ کی حس جس سے ایک مزہ اور لطف اٹھاتا ہے وہ نفرت پیدا کرتی ہے۔ پھر جب کہ ان ادنیٰ باتوں میں ایک ذائقہ چاہتا ہے تو کیوں ذکر اللہ میں ذوق لینا نہیں چاہتا؟ اگر وہ ذوق لیتا تو ہرگز اس حالت کو نہ پہونچتا اور اپنے فرض و منشاء زندگی سے دور نہ جا پڑتا۔

دیکھو اگر تم اپنے بیٹے کو بازار میں کوئی سودا لینے یا کسی اور کام کے لیے بھیجو اور وہ اس کام کو چھوڑ کر کھیل و تماشہ میں مصروف ہو جاوے تو کیا تم اس سے خوش ہو جاؤ گے یا اسے سزا دو گے؟ یقیناً تم اسے سزا دو گے۔ پھر کیوں اللہ تعالیٰ کے حضور اس امر کو یقینی نہیں سمجھتے وہ فرماتا ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اسلیے بھیجا ہے کہ وہ میری عبادت کریں جیسے آسمان پر اس کی مخلوق ہے کہ وہ ہر وقت اس کی تحمید و تسبیح و تقدیس میں مصروف ہے کوئی کھڑا عبادت کر رہا ہے کوئی سجدہ میں پڑا ہوا ہے اور کوئی سبحان اللہ کہتا ہے یاد رکھو اللہ تعالیٰ بڑا غیور خدا ہے۔ اور وہ پسند نہیں کرتا کہ اسکو چھوڑ کر اور بُت بنا کر ان میں مشغول ہو۔ اولاد مال و منال اور دنیا کے مختلف اشغال سب بُت ہی ہیں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے روکنے والے ہوں، وہ شخص یقیناً بت پرست ہے جو خدا کو چھوڑتا ہے اور ان بتوں کو پوجتا ہے غرض خدا تعالیٰ اس امر کو عزیز رکھتا ہے کہ زمین بتوں سے پاک کی جاوے اور سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اللہ اکبر کا ذکر ہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے بڑھ کر کوئی چیز ناراض کرنیوالی نہیں کہ اس کے ملک میں رہ کر اس کی مخلوق ہو کر اس کا رزق کھا کر بیحیائی سے دوسروں کی طرف توجہ کرے۔ یہ امر بھی تمہاری فطرۃ میں موجود ہے جس پر تم ذرا بھی احسان یا سلوک کرو۔ اگر وہ ذرا سا بھی مقابلہ کرے یا خلاف مرضی کرے تو تم کیسے ناراض ہوتے ہو۔ اسی طرح خدا تعالیٰ جو خالق ہے اور رازق مالک ہے اور سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے پھر وہ کب گوارا کر سکتا ہے کہ تم اسے چھوڑ کر اوروں کی پرستش کرو۔ یا اوروں کے تعلقات فائق سمجھیں اس سے ہٹا سکیں میں پھر اصل بات کی طرف آتا ہوں کہ ساری غفلتوں اور سستیوں کی جڑ یہ ہے کہ انسان ذوق عبادۃ کو حاصل کرنیکی فکر نہیں کرتا۔

پروردگار جانتا ہے کہ اپنی حیثیت کے موافق میں چکھ کر پرکھ کر اور دیکھ کر چھو کر کہتا ہوں کہ

اللہ تعالیٰ بڑی پیاری ہستی ہے

اگر اسکا خوف اور محبت رکھکر احکام اور کلام کی عزت کرے اور اس سے ایسا پیار کرے جیسا والدین اور اولاد سے کرتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اسمیں غور کرے گا تو حقیقۃ میں وہ دیکھ لے گا کہ اس سے بڑھ کر کوئی عزیز چیز نہیں ہو سکتی۔

وہ اس امر کو تجربہ کرے گا کہ بیحیائیاں اور بدکاریاں دور ہونے لگیں گی اور روح میں ایک لذت اور اطمینان پیدا ہو جاوے گا۔ کیونکہ اطمینان اور سکینت ذکر الٰہی سے ہی پیدا ہوتے ہیں

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

یہی نمازیں ہیں جنکو ہم لوگ پڑھتے ہیں مگر کیا کبھی ان نمازوں سے کوئی مزہ اور ذوق لینا بھی چاہا ہے۔ یا یوں ہی ایک قرض اور بوجھ سمجھ کر انکو ادا کرتے ہو اگر ذوق نماز پیدا ہو جاوے تو پھر پیارہ کا نظر آوے کہ چھوڑنے کو جی ہی نہ چاہے گا۔ مگر افسوس تو یہی ہے کہ نماز کا مزہ ہی نہیں چکھتا۔ جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے انسان ایک ذوق پسند ہستی ہے اور میرے نزدیک یہ امر محقق ہے کہ جب وہ معمولی اشیاء کھانے میں ایک مزہ اور ذوق لیتا ہے پھر کیوں نماز میں مزہ لینا پسند نہیں کرتا۔

اگر اسکو مزہ نہیں آتا تو پھر اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے جیسے ایک بیمار کے منہ کا مزہ بدل جاتا ہے۔ اور اسے شیریں چیزیں بھی تلخ معلوم ہوتی ہیں۔ اور وہ ان چیزوں کو جو بدمزہ معلوم ہوتی ہیں چھوڑ دیتا ہے پس جب نماز میں مزہ نہیں آتا ہے تو وہ اسکو چھوڑ دیتا ہے اس لیے کوشش کرو کہ نمازوں میں مزہ آنے لگے۔

جب تک خدا کی نماز نہیں پڑھتا اسوقت تک مزہ نہیں آ سکتا۔ پس ہمارے سب دوست جو یہاں موجود ہیں وہ اس امر کی کوشش کریں کہ ان کو نمازوں میں ایک ذوق آنے لگے۔ اور اس کی ایک ہی راہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت کرو کہ کوئی اور چیز تمھیں اپنی طرف مائل کر کے ذکر اللہ سے نہ روک سکے۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا ذریعہ یہ ہے کہ اس کے انعام اور احسان کو مطالعہ کرو۔ اور آج خدا تعالیٰ پر ایمان نان زندہ ایمان پیدا کرنے اور اس کے حسن اور احسان کو دکھا دینے کو اسکا برگزیدہ بندہ مسیح موعود خدا کی نصرتیں اور تائیدیں اس کے ساتھ ہوں (آمین) آیا ہے مبارک وہ جو اس سے یہ نور حاصل کرتا ہے۔

غرض تم خدا کا ذکر کرو۔ اور نماز میں سنوار سنوار کر پڑھو سان روزہ ہیں روزہ کی حقیقت پر غور کر کے سچا روزہ رکھو یعنی اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچو اور اس کے اوامر کی تعمیل کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو آمین۔

آیات الرحمٰن بقیۃ عہ

خاکسار سراج الحق نعمانی سے لو۔

بقیہ مضمون رسالہ

یک روزی

حضرۃ فاضل امروہی

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۴۴ جلد ۶

اور پھر اس پر تماشا یہ ہے کہ صیدی کو نکرہ سمجھکر
بسبب واقع ہونے اسکی صفت کے بلفظ
موصول یعنی الذی کے معترض معرفہ قرار
دیتا ہے شرم شرم۔ اگر آپ مبدل منہ اور
بدل کا تعریف و تنکیر میں مساوی ہونے کا
لزوم ثابت کر دیویں تو دس روپے انعام کی
آپ کی نذر کیے جاویں گے اور جو آپ سے
یہ مسئلہ حل نہ ہو سکے تو اپنے مولانا صاحب
یعنی ثناء اللہ امرتسری کو یہ دس روپے
دلوائیے کیونکہ انھوں نے بھی خطاب
مولوی فاضل کا حاصل کر لیا ہے اگرچہ پرچہ
دیکھنے تمام محض فاضل کے مصداق ہیں کیونکہ
چند ابحاث صرفی یا نحوی فاعل و مفعول
کے پڑھ لینے سے کوئی فضیلت بجز ترقی
معکوس کے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اور
اخذتہ کی جگہ پر صیدہ کو مناسب اور
موزون کہنا بھی سرتاپا غلط ہے۔ اے حضرۃ
چونکہ لفظ صید کا مصرعہ اول میں آچکا ہے
پھر اسکا تکرار بلا کسی وجہ لطیفہ کے کیونکر
مناسب ہو سکتا ہے علاوہ یہ کہ لفظ صیدہ
کا متکلم کے مافی الضمیر کو پورے طور پر ادا
ہی نہیں کر سکتا کیونکہ متکلم کا مافی الضمیر تو
اسجگہ پر یہ ہے کہ اسکو ایک شدۃ کے ساتھ
پکڑا جاوے اور ایسی پکڑ کو تمام قرآن مجید
میں بلفظ اخذ ہی تعبیر فرمایا گیا ہے کما
قال اللہ تعالیٰ ثم اخذتہم فکیف
کان نکیر۔ امثال اس کی قرآن مجید میں اس قدر
کثرۃ سے موجود ہیں کہ ان کا لکھنا بیان پر شاید
موجب آپکی ملالت کا ہو لہذا ترک کیا گیا۔

قول شحناء جب ارض مخاطب ہے تو دوسرے
مصرعہ میں لا تبتغوا کی جگہ لا تبتغی اور
تصابروا کی جگہ تصابری چاہیے اس صورت
میں قافیہ غلط ہوگا۔

قول احسن کیسی جہالت ہے اے مدعی علم
السنہ کیا قرآن مجید میں بھی اصلاح کا ارادہ
رکھتے ہو غلبت الروم فی ادنی
الارض وھم من بعد غلبھم
سیغلبون میں ضمائر جمع مذکر غائب کی
کسطرف راجع ہیں ذرہ تو قرآن مجید میں غور اور
تدبر کیجیے تاکہ لا تبتغوا بھی آپکی سمجھ میں آجاوے۔
اور اسجگہ پر معترض کی لیاقت علمی علم عروض و
قوافی عرب کی نسبت بھی ناظرین کو معلوم ہو گئی
ہوگی۔ اے حضرت بریں ریش وفش یہ دعویٰ مجددیت
السنہ مشرقیہ کا معترض اتنا بھی نہیں جانتا کہ شعراء
عرب اپنے قصائد اور اشعار میں مرفوع منصوب
اور مجرور کو متخالف یعنی مرفوع کو مجرور اور
مجرور کو مرفوع وغیرہ وغیرہ پڑھتے ہیں
شرح جامی ہی میں دیکھو لکھا ہے۔ ع

سلام علی خیر الانام وسید
حبیب اللہ العلمین محمد
بشیر نذیر ھاشمی مکرم
عطوف رؤف من یسمی باحمد

اور کتاب سیبویہ میں ایک باب ہی
قائم کیا ہے جسمیں ضرورۃ شعری کے لیے تغیر
اعراب کو بھی مفصلاً لکھا ہے۔ فائدہ لو
قال باحمد بالفتح لا یخل بالوزن
ولکنہ یخل بالقافیۃ فان حرف
الروی فی سائر الابیات الدال
المکسورۃ ہم نے رسالہ صیانۃ الاناس
عن وسواس الخناس میں کثرۃ سے ایسے اشعار لکھے
ہیں جنمیں مرفوع منصوب مجرور کو متخالف
پڑھا گیا ہے فلیرجع الیہ۔ اور شعر مذکور میں
تو جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے یعنی تصابروا نہ تصابری
جو صیغہ واحد مؤنث حاضر کا ہے افسوس
معترض کو تمیز صیغہائے میزان منشعب کی
بھی نہیں ہے

قول شحناء دوسرے مصرعہ کے یہ معنی ہوئے
کہ ایسے شخص کا ارادہ کرتے تھے جو بھیڑیے
کیطرح بھونکنے اور فریب کرے کسی شخص کا
کسی شخص کو ارادہ کرنا نئی ترکیب ہے اگر یہ مطلب
ہے کہ ایسے شخص کی جستجو کا ارادہ کرتے تھے
جو بھیڑیے کیطرح غل مچاتے تو یہ کہیے ع

ویدعون من یعوی کذئب ویختر

یعنی ایسے شخص کو بلاتے تھے۔

قول احسن اے ناظرین یہ کیسا جہل اور تحکم
ہے جو معانی لطیفہ یریدون سے حاصل ہوتے
ہیں وہ یدعون میں ہرگز ہرگز پیدا ہی
نہیں ہو سکتے کتب لغت میں لکھا ہے الارادۃ
قوۃ مرکبۃ من شھوۃ وحاجۃ وامل
اور نیز لکھا ہے اراد زید فلانا علی الامر
حملہ علیہ پس جبکہ اہالی مد کی خواہش اور
شھوۃ اور امل بسبب عناد اور تعصب کے یہی تھی
کہ کوئی ثناء اللہ جیسا شخص ہمکو ملے جو مثل بھیڑیے
کے چیخنے والا اور فریب دینے والا ہو جو اہل
حق پر معاندانہ حملہ کرے تاکہ امر حق کا ظہور
نہ ہونے پاوے تو ان معنے کے اظہار کے لیے
جو مافی الضمیر متکلم کے ہیں متکلم بلیغ بجائے
یریدون کے جس میں معانی متعددہ کی
طرف حسب مافی الضمیر متکلم کے اشارہ پایا
جاتا ہے یدعون کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اس
صورت میں بسبب عدم ادائے مراد کے
کلام مرتبہ بلاغت اور فصاحت سے گر جاویگا
اے مدعی علم السنہ کیا اب بھی آپ کی وہی
شوکت قائم رہی جو آپ کی خاطر میں مرکوز
ہے یا حسب الہام انی مھین من اراد
اھانتک کے الشوکۃ فرحۃ خبیثۃ
مولمۃ الخ کیطرف منقلب ہو گئی پھر آپ
فرماتے ہیں کہ مخاطب تو ارض تھی یہ نہیں دوسرے
لوگ کہاں سے کود پڑے ع

برین فہم و دانش بباید گریست

سورہ روم وغیرہ میں جہاں سے دوسرے لوگ
کود پڑے ہیں وہیں سے یہاں پر بھی کود پڑے
ہیں۔ اے شوکت صاحب اگر آپ اب بھی ان
مغالطات اور اغلوطات سے رجوع فرماوینگے
تو وعدہ رب العالمین عسی ربکم ان
یرحمکم موجود ہے ورنہ پھر وان عدتم
عدنا بھی فرمایا گیا ہے۔

ثانیاً اسجگہ پر میں یہ بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ
اعجاز المسیح اور شمس بازغہ پر جو سائیں
مہر شاہ صاحب گولڑوی نے حملہ کر کے اپنے
علم کی پردہ دری کی ہے وہ ایک اغلاط سے بھی

پیش کر دوں تاکہ ان دو تین شاہدوں سے ناظرین پر واضح ہو جاوے کہ جو دعوی ہمنے اول میں ان سطور کے کیا ہے وہ مبنی محض صدق اور راستی پر ہے سیف چشتیائی میں صفحہ ۵ سطر اول حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ کلمہ کل بوجہ مضاف ہونیکے معرفہ کیطرف مجموع اجزا کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں تھی۔

اقول یہ کیسی جہالت ہے کتب فن ادب سے ہمنا ہم لفظ کل کے استعمال کا جو قاعدہ کتب معتبرہ فن میں لکھا ہے یہاں پر لکھے دیتے ہیں وہی ہذہ لفظ کل جبکہ نکرہ یا معرف مجموع پر داخل ہووے تب تو استغراق افراد کو مفید ہوتا ہے مثال اول کل نفس ذائقة الموت مثال ثانی و کلھم اٰتیہ یوم القیٰمة فردًا اور جبکہ مفرد معرف پر آتا ہے تو استغراق اجزا مراد ہوتا ہے جیسا کہ کل زید حسن یا کل الرمان اکلت ہاں بعض مقاموں میں صرف تکثیر اور مبالغہ کے لیے بھی آجاتا ہے کما قال اللہ تعالی ریح فیہا عذاب الیم تدمر کل شیٔ بامر ربہا فاصبحوا لا یرٰی الا مساکنہم اس آیت میں لفظ کل شئے صرف واسطے تکثیر اور مبالغہ کے آیا ہے کیونکہ یہاں پر نہ استغراق افراد مراد ہو سکتا ہے اور نہ استغراق اجزا ورنہ اس کے بعد فاصبحوا لا یرٰی الا مساکنہم فرمانا صحیح نہ ہوگا۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ سائیں صاحب تو کیا اپنے قاعدہ غلط کو صحیح ثابت کر سکیں گے چونکہ آپ کو مجددیت السنہ مشرقیہ کا دعوی بھی ہے اگر آپ اس قاعدہ موضوعہ سائیں صاحب کو فن ادب سے ثابت کر دیویں تو میں دس روپے دینے کو طیار ہوں جہاں آپ اپنا اطمینان کرنا چاہیں جمع کر دیے جاویں۔

ایضاً سائیں صاحب صہ سیف چشتیائی میں لکھتے ہیں کہ لفظ ایمان کا تکرار دو دفعہ مستکرہ ہے۔ **اقول** اے ناظرین اصل عبارۃ اعجاز المسیح کی یہ ہے فلا ایمان لہ او یضیع ایمانہ اس اعتراض سے معترض نے اپنے ایمان ہی کو ضائع کر دیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں اسقدر تکرار موجود ہے کہ اسکو اسجگہ پر ہم شمار نہیں کر سکتے پس یہ اعتراض قرآن مجید کی بلاغت اور فصاحت پر واقع ہوتا ہے دیکھو آیۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا تکرار قرآن مجید میں کسقدر ہوا ہے اور پھر دیکھو متعدد مقاموں میں تکرار کلمات کا ایک ایک آیۃ میں موجود ہے قل ھو اللہ احد اللہ الصمد - بالحق انزلناہ و بالحق نزل - فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء - الحاقة ما الحاقة وما ادرٰک ما الحاقة القارعة ما القارعة وما ادرٰک ما القارعة - انا انزلناہ فی لیلة القدر وما ادرٰک ما لیلة القدر لیلة القدر خیر من الف شہر - پھر دیکھو سورہ رحمٰن میں آیۃ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن کتنی مرتبہ مکرر لائی گئی ہے اور سورہ مرسلات میں آیۃ ویل یومئذ للمکذبین چند مرتبہ مکرر کی گئی ہے اسکا جواب سائیں صاحب تو کیا دیویں گے مگر آپکی خدمت میں بسبب آپ کے دعوی مجددیت السنہ مشرقیہ کے مطالبہ جواب سائیں صاحب کیطرف سے کیا جاتا ہے اگر آپ اس تکرار کو منہاج قرآنی کے بموجب مستکرہ ثابت کر دیویں تو اس کے بالعوض بھی دس روپے انعام پیش کیے جاویں گے الحضرت کنت متحدیانہ حضرت اقدس کے مقابلہ کرنے میں یہ بھی مرکوز خاطر رہے کہ اُن کا اعجاز بچند وجوہ ہے وجہ اول تو یہ ہے کہ کوئی کتاب متعدد پیشین گوئیوں سے خالی نہیں ہے مثلاً اعجاز المسیح میں ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے کہ من قام للجواب و تنمر فسوف یری انہ تندم و تذمر اسی قسم کی بہت پیشین گوئیاں اعجاز المسیح میں مندرج ہیں یہ پیشین گوئی کس زور شور سے پوری ہوئی ہے دیکھو محمد حسن بھیں متوفی کو جس کے اردو زبان کے نوٹ سائیں صاحب نے سرقہ کیے ہیں جب اُس نے جواب کے لیے کچھ نوٹ لکھے تو نامرادی اور ناکامی کے ساتھہ فوت ہو گیا - اور پھر جب سائیں صاحب نے اُسکے نوٹوں کو اپنی کتاب سیف چشتیائی میں درج کیا تب منجانب اللہ تعالے چند طرح سے اُنکے علم کی پردہ دری دنیا میں شائع ہو گئی ایک رسوائی تو بحیثیت علم کے یہ ہوئی کہ یہ تدلیس اُن کی طشت از بام افتادہ ہو گئی جو مصداق مثل مشہور کے ہے کہ طبل سائیں از زیر گلیمش بر آمد اور دوسری یہ ذلت علما کے لیے کیا تھوڑی ہے کہ محمد حسن متوفی نے جو نوٹ لکھے تھے وہ سب کے سب خود اُسکے اغلاط تھے اگر وہ زندہ رہتا تو نہیں معلوم وہ کیا کیا تغییر و تبدیل کرتا یا کیا کیا محو و اثبات کرتا یا بالکل شائع ہی نہ کرتا مگر سائیں صاحب نے اُس کے تمام رطب و یابس کو حاطب اللیل کی طرح جمع کر کر جھٹ پٹ شائع کر دیا۔

وجہ دوم اعجاز کی یہ ہے کہ مخالف و موافق خوب جانتے ہیں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے کسی مدرسہ یا کالج عربی میں علم ادب کی تعلیم نہیں پائی اور کتب علوم ادبیہ و فنون آلیہ میں سے کوئی کتاب کسی کالج یا مدرسہ عربی میں نہیں پڑھی اور زبان عربی اُنکی مادری زبان بھی نہیں ہے صرف واسطے حصول ملکہ راسخہ زبان عربی کے دعائیں بہت کی ہیں وہ دعائیں ہی مستجاب ہوتی ہیں پس یہ ملکہ راسخہ زبان عربی میں جو اُن کو حاصل ہوا محض دعا کا نتیجہ ہے جو بلا توسط اسباب کے منجانب اللہ تعالے ہے اور یہی معنے اعجاز کے ہیں کیونکہ معجزہ فعل الہی ہوتا ہے پس اگر حضرت اقدس مامور من اللہ نہ ہوتے تو یہ دعائیں باوجود ایسے دعاوی کے جو مخالفین کے نزدیک کاذبانہ تھیں کیونکر مقبول ہو سکتی تھیں بلکہ درصورت عدم صدق کے مادری زبان میں بھی تحریر کرنا بھلا دیا جاتا ان اللہ لا یہدی من ھو مسرف کذاب بلکہ قطع وتین واقع ہو جاتا کما قال اللہ تعالے و لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا

منه الوتین۔

وجہ ثالث وجوہ اعجاز سے قادر نہ ہونا مخالفین کا ہے مقابلہ کرنے کتب متحدیانہ حضرۃ اقدس سے اُس میعاد میں جس میں خود حضرۃ اقدس نے کتب عربیہ نظم و نثر پیرایہ معارف و حقائق قرآنی و مملو از لطائف و دقائق فرقانی تحریر فرماکر دنیا میں شائع فرمادی ہیں اور یہ وجہ اعجاز کی ایسی ہے کہ عوام پر بھی ایک حجت بینہ ہے کیونکہ عوام چونکہ اعجاز فصاحت و بلاغت کو نہیں سمجھ سکتے لہذا یہ میعاد عطیہ حضرۃ اقدس اُن پر بھی ایک پوری حجت ہے کیونکہ اگر حضرۃ اقدس نے در صورۃ عدم صدق دعوی کے صرف اپنی محنت اور کوشش سے بغیر استجابت دعا کے یہ کتب تصنیف فرماکر دنیا میں تصدیق دعوے کے لیے شائع کی ہیں تو وہ کونسا امر مانع ہے کہ مخالفین بھی باوجود دعوی علم لسان عربی کے ویسی ہی کتابیں مقابلہ میں اسی المیعاد نہیں لکھ سکتے ہیں، اس سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ تائید محض الٰہی ہی ہے جو تصدیق دعوی کے لیے بجانب اللہ واقع ہوتی ہے اور یہی حقیقت اعجاز کی ہے کہ مدعی ماموریت کے دعوی کے بموجب اللہ تعالی کیطرف سے ایسی تائید واقع ہو کہ مخالفین اُس پر قادر نہ ہوسکیں۔ یا اللہ کیطرف سے مخالفین کی ہمت کو ہی اُس کے مقابلہ سے صرف کردیا جاوے اور یہ تائید دعوی ماموریت مدعی کی درصورت صدق دعوی ماموریت کے ہی واقع ہوتی ہے نہ درصورۃ کاذب ہونے دعوی کے ورنہ پھر کارخانہ نبوت باطل ہوجاوے گا اور صادق کاذب کی شناخت کے لیے کوئی معیار باقی نہ رہیگا

ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذ نا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین۔ الآیہ

پھر دیکھو معجزات موئدہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور خذلان مسیلمہ کذاب وغیرہ کو جو کتب سیر معتبرہ میں مندرج ہیں اور کتب کلامیہ میں اس مسئلہ کی تفصیل و تشریح کچھ بی موجود ہے

فلیرجع الیہا۔

پس یہ وجہ اعجاز کی اُن عوام کے لیے جو فصاحت اور بلاغت کو نہیں سمجھ سکتے ایک حجت بینہ ہے حضرت اقدس کے منجانب اللہ ہونے پر۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس میعاد سے زائد میں کوئی مخالف مقابلہ کرسکے گا کیونکہ دوسری وجوہ اعجاز کی اس مقابلہ کو مانع ہو رہے ہیں یعنی اعجاز فصاحت و بلاغت جو منجانب اللہ ہے مخالف کہاں سے لاوے گا اور پیشین گوئیاں جو فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول الآیہ۔ کے مصداق ہیں وہ اُس کے کلام میں کہاں سے آویں گے۔ اور نیز معارف و لطائف قرآنی جو لا تنقضی عجائبه کے مصداق ہیں وہ اُسکو کیونکر حاصل ہوسکیں گے کہ فلا یمسه الا المطهرون واتبے

تمت

دوسرا رسالہ

یکروزی

حضرۃ فاضل امروہی کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

وہی ضمیمہ ذمیمہ شحنا اور الشوکۃ الیہودیہ

اور

وہی القول الاحسن لتائید السلسلۃ الاحمدیہ

قول شحنا مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء اسکا مطلب یہ ہوا کہ یہ قصیدہ ۲۰ روز کے اندر معجزہ ہے اور اُس کے بعد معجزہ نہیں الخ

قول احسن کیسی جہالت ہے کہ اردو عبارت کا مطلب بھی نہیں سمجھ سکتا۔ ناظرین سے

انصاف طلب ہے کہ یہ مفہوم شحنا کا کس عبارت یا فقرہ سے مستنبط ہوسکتا ہے کہ بیس روز کے بعد اعجاز احمدی اعجاز نہ رہیگا بلکہ ایسے کج فہموں کے لیے جابجا بصراحت مذکور کیا گیا ہے کہ اعجاز کلام کا ایسا اعجاز ہے کہ ابد الآباد تک باقی رہتا ہے۔ اور بیس روز کی جو مہلت مخالفین کو دیگئی ہے اُس کی وجہ موجہ یہ ہے کہ وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ اعجاز عوام کے لیے یہ میعاد بھی ہے۔ کیونکہ عوام اعجاز فصاحت عبارات اور بلاغت کلام کو کب سمجھتے ہیں اور چونکہ تبلیغ و دعوۃ حضرت مسیح موعود کی جملہ عوام و خواص کے لیے ہے لہذا عوام پر بھی حجت قائم کرنا ضروری ہے اور وہ بجز اس میعاد کے بسبب عدم فہم کے وجہ اعجاز بلاغت کلام کی حجۃ نہیں ہوسکتی یعنی ایک ایسی میعاد مقرر کی جاوے جو طاقت انسانی سے اُس میعاد میں مقابلہ ہوسکے مگر جب کہ بین المیعاد مقابلہ نہو سکا تو اعجاز ثابت ہوگیا مثلاً حضرۃ اقدس نے ایک کتاب پانچ روز میں نظم و نثر ہم عربی و ہم اردو متضمن معارف قرآنی و لطائف فرقانی یعنی اعجاز احمدی دنیا میں اپنے دعوی کی تصدیق کے لیے متحدیانہ شائع کی اور بیس بائیس روز کی مہلت میں مخالفین سے مطالبہ جواب کیا گیا پھر اگر یہ تائید الٰہی تصدیق دعوے ماموریت کے لیے منجانب اللہ نہ ہوتی تو مخالفین بیس روز میں تو اُسکا مقابلہ کرسکتے تھے جبکہ مخالفین سے اُسکا مقابلہ اس قدر مہلت دینے میں بھی نہ ہوسکا تو ثابت ہوا کہ دعوی ماموریت منجانب اللہ کی تصدیق کے لیے یہ ایک فعل الٰہی تھا جسکو دوسرے لفظوں میں معجزہ کہتے ہیں اس میعاد دہی کے یہ معنے کیونکر ہوسکتے ہیں کہ بعد بیس روز کے وہ اعجاز قائم نہ رہے گا بلکہ یہ اعجاز تو قیامت تک باقی رہیگا یعنی کسی مخالف سے اس میعاد عطیہ میں مقابلہ نہ ہوسکے گا لہذا علاوہ اعجاز فصاحت اور بلاغت کے وجوہ اعجاز میں سے عوام کیلیے

ایک وجہ اعجاز کی یہ میعاد بھی ہے جیسا کہ خواص میں ہے فصاحت اور بلاغت بھی ایک وجہ اعجاز کی ہے اور پھر اُس کتاب میں مندرج ہونا پیشین گوئیوں کا جنکا وقوع مشاہدہ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے یہ بھی ایک وجہ اعجاز کی ہے غرضکہ وجوہ اعجاز متعدد ہیں آگے رہا یہ امر کہ مخالفین بیس بائیس روز کی میعاد سے زائد میں یعنی برس دو برس میں اگر کا مقابلہ کر سکیں گے تو پھر وہ معجزہ نہ رہا سو جواب اسکا یہ ہے کہ دیگر وجوہ اعجاز (یعنی اعجاز فصاحت و بلاغت و اعجاز اندراج پیشین گوئیہا و اندراج معارف قرآنی وغیرہ وغیرہ) مانع اس کے مقابلہ سے ہیں ہم یہاں پر تمہاری مسلمہ نظیر ہی پیش کرتے ہیں یعنی اعجاز المسیح جسکو شائع ہوئے دو برس ہو گئے آج تک کسی سے اُسکا جواب و مقابلہ نہ ہو سکا چنانچہ تم نے خود صفحہ ۳۶۲ سطر ۱۰ میں بالفاظ ذیل اقرار کیا ہے کہ اُس کے (یعنی اعجاز المسیح کے جواب کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوا اور ایدھر کا پلہ جھکتا رہا تھا) مگر معترض کو معجزہ کی تعریف و حقیقۃ نہیں معلوم جو باوجود اس اقرار کے پھر انکار کرتا ہے تعریف معجزہ کی یہی ہے کہ مدعی ماموریت کے مقابلہ میں مخالفین اُس کے امر خارق پیش کردہ کے مقابلہ پر یا تو قادر ہی نہ ہو سکیں یا اللہ تعالےٰ اُس کے مقابلہ پر اُنکی ہمت کو ہی صرف کر دیوے سابق ضمیمہ ذمیمہ کے رد میں ہم نے اس وجہ ثالث اعجاز کو مفصلاً معہ براہین کر دیا ہے فلیرجع الیہ باقی اس اعتراض بیجا کے تحت میں جو اور خرافات ہے اُن سے ہم اعراض کرتے ہیں والذین ھم عن اللغو معرضون مومنوں کی یہی شان ہے۔

قول شحنا ص ۳۶۶ سطر ۹۔ اور اگر قرآن پر مرزا جی کا ایمان ہے تو آیت وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ کے موافق اردو زبان میں اعجاز دکھائیں اور اسی میں تحدی کریں الخ

قول احسن کیوں حضرۃ شحنا صاحب یہاں پر تو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالۃ ماسوائے عرب سے بھی اس آیت سے تمسک کر کر انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ملک عرب کا ہی رسول گردانا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان اور آپ کی قوم کی زبان عربی ہی تھی نہ عجمی آپکے استدلال سے لازم آتا ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ہی رسول تھے نہ عجم کے ونعوذ باللہ من ھذا الاعتقاد الخبیث۔ ابتو آپ بسبب عناد حضرۃ مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ الصلوۃ والسلام کے ایمان برسالۃ رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہاتھ دھو بیٹھے ہاں اگر اب بھی تادب کے ساتھ ہمارے شاگرد بنکر ہم سے اس آیت کے آپ معنی سمجھیں تو آپ کا ایمان قائم رہ سکتا ہے ورنہ آپ کے ایمان کی اب خیر نہیں ہے۔ اے حضرت اس آیۃ میں صرف مرسلین ماسبق کا ذکر ہے کیونکہ ارسلنا صیغہ ماضی کا ہے اور ظاہر ہے کہ جسقدر مرسلین سابق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گذرے ہیں وہ ایک خاص خاص قوم کے لیے مبعوث ہوے تھے اور اُن کی رسالت جزئی تھی نہ کافۃ للناس چنانچہ خود لفظ قومہ کا انکی اس تخصیص رسالت پر دلالت کر رہا ہے لیکن آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفا اور نواب مثلاً مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام اس آیت میں داخل نہیں ہیں کیونکہ اُن کے حق میں تو آیۃ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین نازل ہو چکی ہے ایضاً قال اللہ تعالےٰ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لیکر آج تک متعدد ذرائع اور سامان تبلیغ دین اسلام کے اسقدر پیدا ہو گئے ہیں کہ کل دنیا بمنزلہ ایک شہر کے ہو گئی ہے اور علاوہ ان جملہ ذرائع کے تراجم السنہ مختلفہ کے ذرائع ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ مرسلین سابقین کے کسی وقت میں میسر ہوے تھے۔ پھر دیکھو اس الہام کو جو براہین احمدیہ میں ۲۴ سال سے مندرج ہے

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دے گا

افسوس کہ آپ کے حصہ میں آیۃ مذکورہ کا آخری حصہ یعنی ولکن اکثر الناس لا یعلمون ہی آیا ہے۔ یہاں پر مجدد السنہ مشرقیہ نے ایک اور تماشا دکھلایا ہے اور مثل مشہور دروغگو را حافظہ نباشد کے آپ مصداق ہو گئے ہیں اور وہ یہ کہ یہاں تو آپ لکھتے ہیں کہ یہ تحدی ہندوستان کے لیے نہیں ہے بلکہ عرب کے لیے ہے ہندوستان کی مادری زبان تو اردو ہے انتہیٰ اور ضمیمہ ذمیمہ سابق ص ۳۵ سطر ۱۲ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ پھر مرزا صاحب نے اپنے قصیدہ میں صرف ہندوستان کے علما و فضلا سے تحدی کی ہے نہ کہ شیوخ و علماء عرب سے الا عجب کہ اسقدر تناقض اور تعارض آپ کے اردو کلام میں موجود ہے تو پھر دعوے مجددیت السنہ مشرقیہ کی اب بھی پردہ دری ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔ اے حضرت پھر یہ اعتراض کرتے ہوے ذرہ تو عقل انسانی کو کام میں لائے ہوتے اور سمجھا ہوتا کہ حضرۃ اقدس نے تو اعجاز احمدی کے حصہ اول اردو کے ساتھ بھی تحدی کی ہے اور کتاب اعجاز المسیح کا ترجمہ بین السطور فارسی میں موجود ہے اور کل کتاب کے ساتھ ہی تحدی کی گئی ہے اندریں صورت تینوں زبانوں یعنی عربی فارسی اردو میں بھی تحدی واقع ہو گئی اور آپ کے فہم کے بموجب بھی ہندوستان کے علما و فضلا

ضروری اطلاع

ایڈیٹر الحکم آجکل بعض اہم ضروری معاملات میں از بس مصروف ہے